مجموعہ ازالۃ الاوہام
علیٰ ترک القرأۃ خلف الامام
تالیف
شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سعید الرحمن الخطیب مدظلہ العالی
ناشر: دار التصنیف جامعہ دار العلوم سعیدیہ اشاعت التوحید والسنہ اوگی، مانسہرہ، پاکستان
فون: 0301-5034689, 0997-320035, 320800, 320735

آیات قرآنی واحادیث کثیرہ سے منتخب نادر تحفہ

1

مجموعہ ازالۃ الاوہام

علی

ترک القرأۃ خلف الامام

تالیف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا

سعید الرحمٰن الخطیب مدظلہ العالی

ناشر: دار التصنیف جامعہ دار العلوم سعیدیہ اشاعت التوحید والسنۃ اوگی، مانسہرہ، پاکستان

فون: 320735, 320800, 0997-320035, 0301-5034689

نام کتاب: مجموعہ ازالۃ الاوہام علیٰ ترک القرأۃ خلف الامام
نام مصنف: شیخ القرآن والحدیث مولانا سعید الرحمٰن صاحب الخطیب
صفحات: 144
تاریخ اشاعت: ذی الحجہ 1432ھ
ناشر: دار التصنیف دار العلوم سعیدیہ اوگی، ضلع مانسہرہ، پاکستان
کمپوزنگ: قاضی شمس الرحمٰن۔ فضلی کمپیوٹرز، شیر گڑھ، ضلع مانسہرہ
پرنٹرز:

ملنے کے پتے

☆ المکتبۃ العلمیہ۔ نزد دار العلوم سعیدیہ اوگی
☆ المکتبۃ العلمیہ۔ سجاد مارکیٹ ویگن اڈہ اوگی
☆ کتب خانہ رشیدیہ۔ راجہ بازار راولپنڈی
☆ مکتبۃ العلم۔ 18۔ اردو بازار، لاہور۔
☆ مکتبہ رحمانیہ۔ اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
☆ مکتبہ تنویر القرآن۔ حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
☆ کتب خانہ سعیدیہ۔ مینگورہ، سوات
☆ مکتبہ رحمیہ۔ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ
☆ درخواستی کتب خانہ۔ بنوری ٹاؤن، کراچی
☆ اسلامی کتب خانہ۔ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً...... امابعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حسن توفیق سے بڑی عید کے تیسرے دن ۱۴۲۹/۱۲/۱۲......۲۰۰۸/۱۱/۱۱ کو کراچی میں حسب سابق فضلاء اور منتھیین وغیرہ حضرات کو دورۂ میراث شروع ہوکر بتقدیر الٰہی وقت کا حاتم طائی، خوبیوں کا پیکر، برادرم حقیقی محترم الحاج حبیب الرحمٰن ۱۵ ذوالحجہ رات پونے نو بجے ہسپتال میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

باوجود اس عظیم صدمہ کے درس میراث دن کو جاری رہا اور پھر نماز جنازہ اور دفن کے لئے چھٹی کی۔ تاہم کراچی مسجد طاہری کے اندر دورۂ میراث کے دوران تفسیر سورۃ فاتحہ کا اختتامی، اجمالی مضمون قرأت خلف الامام کا داعیہ الہامی طور پر دل میں پیدا ہوکر شروع کیا اور بحمد اللہ دورۂ میراث کے اختتام اور فضلاء کو سندات دیتے ہوئے اسی دن قرأۃ خلف الامام کا اجمالی مضمون کراچی مسجد طاہری میں پورا ہوکر دار التصنیف گھر میں آج بروز اتوار ۹ بجے دن ۳ صفر ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹/۲/۱ء کو تصحیح کا کام شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے کیا بعید ہے کہ وقت کی ضرورت اور تقاضیٰ کی خاطر تفصیلی کتاب قرآن وسنت اور آثار صحابہؓ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین وفقہاء کرام کے اقوال سے آراستہ اور اپنے جملہ محاسن کے ساتھ ہوکر جلوہ گر ہو جائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ائمہ مجتہدین جو اجتہاد سے مسائل فقیہ کا استنباط کرتے ہیں اس میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتا اس لئے کہ مجتہدین حضرات قرآن وسنت سے استنباط مسائل میں اہلیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ماہر سپیشلسٹ ڈاکٹر دل اور آنکھوں اور گردوں کا صاف اور شفاف آپریشن کرتا ہے اور بحمد اللہ لاکھوں کے حساب سے کامیاب ہوکر لائق تحسین و فخر اور مبارکی کے مستحق ہوتے ہیں۔ بعینہ اس اُمت کے اندر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وغیرہ میں لاکھوں کے حساب سے قرآن وسنت اور دیگر علوم کے

ایسے ماہرین آئے ہیں کہ ان کے عمل کے کارناموں کو دیکھ کر انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے جو کہ لائق صد تحسین ہے اور شرعاً و قانوناً مجاز ہوتے ہیں۔ تاہم نالائق مجاز نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے نہیں سوچا کہ دیہاتوں میں لوہے سے کسّی، بیل، بیلچہ، درانتی فخر سے بناتے ہیں مگر اسی لوہے وغیرہ کے ماہرین موبائل، ریل گاڑی، موٹریں، ہوائی جہاز، لڑاکا طیارے اور پھر اس کی رفتار۔ بس یہی۔ ہمارا گفتار کہ اڑتے جانور پروں سے اڑتے ہیں تو بے پر میر پروں کے بغیر نہ اڑنا، ہلاک ہو جاؤ گے۔

صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے پیچھے جو لوگ بدنامی کر کے پڑ گئے، انجام کے لحاظ سے خسارہ میں ہیں کہ اپنے محسن کو نہ پہچانا۔ ہر چند یہ مسئلہ قرأت خلف الامام کو ہم چار بابوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا باب...... قرآن پاک کی آیات اور تفسیروں کے حوالہ جات اور ضمناً احادیث نبویہ ﷺ۔ ۱۷۴ سے۔

دوسرا باب...... احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ۲۱۸ سے۔

تیسرا باب...... آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ۔ ۲۳۰۔

چوتھا باب۔ ترک قرأت خلف الامام پر اجماع اور معقول اور قیاس سے دلیل۔

احقر سعید الرحمٰن

حافظ آباد، دار التصنیف

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ

اس مسئلہ میں مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام صلوات جہریہ اور صلوات سریہ دونوں میں مکروہ تحریمی ہے چنانچہ حنفیہ کی ظاہر روایت یہی ہے۔ البتہ امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام جہریہ میں مکروہ اور سریہ میں مستحب یا کم از کم مباح ہے۔ اسی کو علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ اور بعض دوسرے متاخرین حنفیہ نے اختیار کیا ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کا میلان بھی اسی جانب معلوم ہوتا ہے لیکن محقق ابن الھمامؒ نے اس روایت کی تردید کی ہے۔

دوسری طرف امام شافعیؒ کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام جہری اور سری دونوں نمازوں میں واجب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس بات پر متفق ہیں کہ جہری نمازوں میں قرأت فاتحہ خلف الامام واجب نہیں لیکن پھر ان سے مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات میں قرأتِ فاتحہ خلف الامام مکروہ ہے، بعض میں جائز اور بعض میں مستحب قرار دی گئی ہے اور سری نمازوں کے بارے میں ان سے تین روایات ہیں۔ ایک یہ کہ قرأت واجب ہے، دوسری یہ کہ مستحب ہے اور تیسری یہ کہ مباح ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہری نمازوں میں وجوب قرأت کا قول صرف امام شافعیؒ کا ہے۔

(اور حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، اسحٰقؒ، سفیان ثوریؒ، ابن شہاب زہریؒ، ابراہیم نخعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، قاسم بن محمدؒ اور عروہ بن زبیرؒ بڑے بڑے محدثین تابعین اور صحابہؓ کبار کا یہ مذہب ہے کہ مقتدی الحمد نہ پڑے بلکہ چپ ہو کر امام کی قرأت کو سنے اور ختم کے وقت آمین کہہ کر اپنی مشارکت ثابت کر دے۔ (تفسیر حقانی ج ا ص ٦٦)

بلکہ یہ بات بھی (امام شافعیؒ) کے مشہور قول کے مطابق ہے۔ ورنہ تحقیق یہ ہے کہ امام شافعیؒ بھی جہری نمازوں میں وجوبِ قرأت کے قائل نہیں ہیں۔ المغنی میں ابن قدامہ کے کلام سے بھی

یہی معلوم ہوتا ہے۔ (احسن الکلام ج ۱ ص ۹ با حالۃ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۶۰۹)

نیز کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۷ میں خود امام شافعیؒ کے کلام سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

ونحن نقول کل صلوٰۃ صلّیت خلف الامام والامام یقرأ قراءۃ لا یسمع فیھا قرأفیھا.

اور کتاب الام امام شافعیؒ کی کتب جدیدہ میں سے ہے نہ کہ کتب قدیمہ میں سے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں اور علامہ سیوطیؒ نے حسن المحاضرہ ص ۱۲۲ میں اس کی تصریح کی ہے کہ کتاب الام امام شافعیؒ نے مصر منتقل ہونے کے بعد تالیف کی۔ لہٰذا یہ ان کی کتب جدیدہ میں سے ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ امام شافعیؒ کا قول جدید ہو نہ کہ قول قدیم۔ اس سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ جہریہ میں وجوب قرأت کا مسلک صرف ہمارے زمانہ کے غیر مقلدین کا ہے۔ یہاں تک کہ داؤد ظاہریؒ بھی اس کے قائل نہیں۔ (کما فی احسن الکلام ج ۱ ص ۵۱ با حالہ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۶۰۹)

نیز علامہ ابن تیمیہؒ بھی جہری نمازوں میں ترک قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور سری نمازوں میں بھی غالباً صرف استحباب قرأت ہی کے قائل ہیں۔

(احسن الکلام ج ۱ ص ۱۶۸ الی ۱۷۰)

نیز ابن قیمؒ کا مسلک بھی حنفیہ کے مطابق ہے۔ (حوالہ بالا ج ۱ ص ۱۷۰/۷۱)

(درس ترمذی شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی ج ۱ ص ۷۳)

قائلین قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے قوی دلائل اور جوابات

حدیث نبوی ﷺ

حدثنا هنادنا عبدة بن سليمان عن محمد بن اسحٰق عن مكحول عن محمد بن ربيع عن عباده بن الصامتؓ قال قال صلّٰى رسول اللّٰه ﷺ الصبح فثقلت عليه القرأة فلما انصرف قال انى اراكم تقرؤن وراء امامكم قال قلنا يا رسول اللّٰه اى واللّٰه قال لا تفعلوا الابام القرآن فانه لا صلوٰة لمن لم يقرأ بها...... (ترمذی ج ا ص ۶۹، باب ماجاء فی قرأۃ خلف امام/شرح معانی الآثار للطحاویؒ ج ا ص ۱۴۱)

''حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پس آپؐ پر قرأت بھاری ہوگئی۔ سو نماز کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ حضرات امام کے پیچھے قرأت پڑھتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا، ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ سو آپؐ نے فرمایا، ایسا مت کریں البتہ اُمّ القرآن سورۃ فاتحہ پڑھیں کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

حدیث نبوی ﷺ

وروىٰ هٰذا الحديث الزهرى عن محمود بن ربيع عن عبادة بن الصامت عن النبى ﷺ قال لا صلوٰة لمن لم يقرا بفاتحة الكتاب وهٰذا اصح والعمل علىٰ هٰذا الحديث فى القرأة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ والتابعين وهو قول مالكؒ والشافعیؒ واحمدؒ و اسحٰقؒ يرون القرأة خلف الامام...... (ترمذی ص ۷۰، ۵۷)

''اور امام زہریؒ نے اس کی روایت محمود بن ربیع سے اور انہوں نے عبادۃ بن الصامت سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور یہ

حدیث اصح ہے اور اکثر اہل علم صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس پر عمل کیا ہے اور مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ قرأۃ خلف الامام کے حق میں ہیں۔"

وفی الترمذی ج ۱ ص ۵۷ باب ما جاء انه لاصلوٰة الا بفاتحة الکتاب.

حدثنا ابن ابی عمرو علی بن حجرؒ قالا ناسفینؒ عن الزهریؒ عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت عن النبی ﷺ قال لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب وفی الباب عن ابی هریرةؓ و عائشةؓ وانسؓ وابی قتادة و عبدالله بن عمرو قال ابوعیسیٰ حدیث عبادة حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ منهم عمر بن الخطاب و جابر بن عبداللّٰه وعمران بن حصین وغیرهم قالوا لا تجزی صلوٰة الا بقرأة فاتحة الکتاب وبه یقول ابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق.

"امام ترمذیؒ ص ۵۷ ابن ابی عمر اور علی بن حجر سے اور وہ دونوں سفیانؒ سے اور وہ زہریؒ سے اور وہ محمود بن الربیع سے اور وہ عبادۃ بن الصامتؓ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابوقتادہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ حضرت ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ جس پر اکثر اہل علم صحابہؓ جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت جابرؓ اور حضرت عمران بن الحصینؓ وغیرہ کا عمل ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور اسی پر حضرت ابن المبارکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اور حضرت اسحٰق کا بھی عمل ہے۔"

قائلین قرأت خلف الامام کے استدلال کا جواب

باب ما جاء انہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں جو امام زہریؒ عن محمود بن الربیع اور عبادۃ بن

الصامت کی حدیث ہے، یہ بالکل صحیح ہے مگر مقتدی کے حق میں صریح اور واضح نہیں اور باب ما جاء فی قرأۃ خلف الامام میں جو محمد بن اسحٰق عن مکحول عن محمد بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت کی حدیث ہے وہ مقتدی کے حق میں واضح ہے مگر یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ صحاح میں امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید میں فقط دو حدیثیں ہیں۔ ایک عبادہ کی روایت کہ اُمّ القرآن کے پڑھنے کے بغیر نماز نہیں اور دوسری وہ جو اس باب میں ہے۔ تاہم دونوں حدیثوں سے استدلال درست نہیں۔ پہلی حدیث کہ:

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب......

یہ اگرچہ قوی ہے مگر مقتدی کے حق میں واضح اور صریح نہیں۔ اس لئے کہ من کلمہ سے ہم مقتدی کو کئی قرینوں سے الگ کرتے ہیں اور باب کی روایت اگرچہ مقتدی کے حق میں موضع خلاف میں صریح ہے لیکن قوی نہیں بلکہ غایت ضعف سے ضعیف ہے۔

پس حاصل یہ کہ جو حدیث امام شافعیؒ کے مقصود کے لئے مصرح اور واضح ہے وہ ضعیف ہے اور جو قوی ہے وہ مقتدی کے حق میں مصرح اور واضح نہیں۔ پس فرضیت فاتحہ پر شوافع کا استدلال روایۃ الباب سے دو وجوں سے صحیح نہیں ہے۔

اوّل یہ کہ ہم حدیث کی سند میں تکلم کرتے ہیں وہ یہ کہ حدیث واہی ہے اس لئے کہ اس میں محمد بن اسحٰق نہایت ہی ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کی حدیث اگر فضائل اعمال میں ہو تو قبول ہے اور اگر حلال اور حرام اور احکام میں ہو تو قبول نہیں ہے اور یہاں احکام میں ہے اس لئے قبول نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اس کی حدیث معنعن یعنی کلمہ عن کے ساتھ ہو تو قبول نہیں اور اگر حدثنا اور اخبرنا سے ہو تو قبول ہے اور روایۃ الباب عن کے ساتھ ہے۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق قوی نہیں ہے۔ ضعفاء صغیر ص ۵۲ ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ (کتاب العلل ج ۱ ص ۴۳۳) ابن نمیرؒ یہ کہنے کے بعد بھی کہ جب وہ معروف راویوں سے روایت کرتے ہیں تو حسن الحدیث اور صدوق ہے۔ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجہول رواۃ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ بغدادی ج ۱ ص ۲۲۰) دار قطنی

کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ (ایضاً ج ا ص ۲۳۲)۔ سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ امام جرح وتعدیل یحییٰ قطانؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱) وھیب بن خالدؒ اس کو کاذب اور جھوٹا کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵)۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں ایک دجال تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱/ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱) نیز امام مالکؒ نے اس کو کذاب کہا ہے۔ (بغدادی ج ا ص ۲۳۲) جریرؒ بن عبدالحمیدؒ کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ محمد بن اسحٰق سے احادیث کی سماعت کریں گے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰۶) ابوزرعہؒ کا بیان ہے کہ بھلا ابن اسحٰق کے بارے میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے، وہ تو محض ہیچ تھا۔ (توجیہ النظر ص ۲۸۰)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ محدثینؒ اور حفاظ حدیث، ابن اسحٰق کے تفردات سے گریز کرتے ہیں۔ (سنن کبریٰ بحوالہ الجوہر النقی ج ا ص ۱۵۵)۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحٰق......لیس بحجة لاسيماء اذا عنعن نيل الاوطار (ج ا ص ۲۳۴)۔ ابن اسحٰق کی روایت صحیح نہیں۔ ھکذا دلیل الطالب ص ۲۳۹) نواب صدیق حسن خانؒ۔ حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن المتوفی ۱۳۳۹ھ نے ایضاح الادلہ ص ۴۵ میں ابن اسحٰق پر سیر حاصل کلام کیا ہے اور ان تمام رکیک اور ضعیف تاویلوں کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں جو اس کو ثقہ قرار دینے کے لئے اختیار کی گئی ہیں۔ طلباء اس کا ضرور مطالعہ کریں، آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ شاید ہی جرح کا کوئی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ایسا لفظ ملے گا جو محدثینؒ اور ارباب جرح وتعدیل نے محمد بن اسحٰق کے بارے میں نہ کہا ہو۔ معھذا محمد بن اسحٰق فریق ثانی کے نزدیک ثقہ ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ (ائمہ کبار) ضعیف ہیں۔ (بدور الاھلہ ص ۲۳۵)

فوا اسفا......ہائے افسوس......(احسن الکلام ج ۲ ص ۸۰)

پھر شیخ الہندؒ فرماتے ہیں اور دوسرا یہ کہ شوافع کا استدلال فاتحہ کی فرضیت پر استثنا بعد النہی پر

ہے اور نہی کے بعد استثنیٰ مفید اباحت ہے نہ کہ وجوب اور فرضیت جیسا کہ واذا حللتم فاصطادوا ۔ البتہ قرینہ سے ہوسکتا ہے مگر شوافع کے لئے یہاں پر کون سا قرینہ ہے ۔
(تقریر ترمذی لشیخ الہند محمود حسن ص ۱۴)

یہ روایت خلف الامام کی قید سے موقوف ہے ۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف اور معلول ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں بلکہ حضرت عبادہ بن الصامت ؓ کا قول ہے (تنوع العبادات ص ۸۶) ۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل ؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے معلول قرار دیا ہے اور کسی دوسرے مقام میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس کا ضعف بیان کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث جو بخاری ومسلم میں موجود ہے اور جس کو امام زہری ؒ محمود بن ربیع ؓ کے طریق سے حضرت عبادہ ؓ سے روایت کرتے ہیں، صرف یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔ رہی یہ حدیث جس میں خلف الامام کی زیادت ہے تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل ہے، وہ یہ کہ حضرت عبادہ بن الصامت ؓ نے ایک دن بیت المقدس میں یہ حدیث بیان کی اور اپنا قول خلف الامام کی قید والا بھی انہوں نے بیان کیا ۔ سو راویوں پر مرفوع حدیث اور موقوف قول مشتبہ اور خلط ملط ہوگیا ۔ (فتاویٰ ص ۱۵۰، ج ۲)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری المتوفی ۱۳۴۶ھ فرماتے ہیں کہ خلف الامام کا لفظ شاذ ہے کیونکہ ثقات محدثین اس کو نقل نہیں کرتے ۔ امام بیہقی ؒ وغیرہ نے گو اسی حدیث کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر یہ زیادت بہرحال ضعیف ہے ۔ (بذل المجہود ص ۵۵، ج ۲)

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ لفظ خلف الامام یقیناً اور قطعاً مدرج ہے اگر کوئی شخص اس کے مدرج ہونے پر قسم کھائے تو وہ ہرگز حانث نہیں ہوگا ۔ (فصل الخطاب ص ۷۹)

راقم (شیخ صفدر ؒ) کہتا ہے کہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ مکحول ؒ کا مدرج ہے کیونکہ محدثین ؒ کی ایک جماعت ان میں کلام کرتی ہے اور وہ نیس بالتمین بھی تھے اور مکحول کا شامی ہونا اظہر من الشمس ہے

اور نظر بظاہر شیخ الاسلام کی عبارت کا رخ بھی انہی کی طرف اور یہ قرین انصاف بھی ہے اس لئے کہ امام زہریؒ سے ثقات اور حفاظ کی ایک جماعت یہ روایت نقل کرتی ہے اور ان کی روایت میں خلف الامام کا لفظ نہیں لیکن جب مکحولؒ روایت کرتے ہیں تو اس میں خلف الامام کا پیوند بھی ساتھ ہی ملتا ہے۔ احسن الکلام ص ۱۱۳ ج ۲ میں دونوں قسم کی مرویات جمع کی ہیں۔ البتہ قرینہ سے ہو سکتا ہے مگر شوافع کے لئے یہاں پر کون سا قرینہ ہے۔ (تقریر ترمذی لشیخ الھند محمود حسنؒ ص ۱۴)

الحاصل قرأۃ خلف الامام

کی یہ روایت اگر چہ مقتدی کے حق میں صریح ہے مگر صحیح نہیں، کیونکہ سند کے اعتبار سے یہ روایت ضعیف ہے۔ ایک تو محمد بن اسحٰق کی وجہ سے، دوسرے مکحول مدلس ہیں اور روایت بھی عنعنہ ہے اور مدار حدیث مکحول ہے۔

تیسری تنقید یہ ہے کہ اس سند میں تو محمود بن الربیع کو حضرت عبادۃ بن صامتؓ اور مکحول کے درمیان واسطہ ذکر کیا ہے مگر ابوداؤد ص ۱۱۹، دوسرے نسخہ میں ص ۱۲۶ میں مطول روایت کی سند میں نافع بن محمود بن الربیع انصاری کو مکحول اور عبادۃ بن الصامتؓ کے درمیان واسطہ بنایا گیا ہے۔ اور تیسری روایت میں عن مکحول عن عبادۃ بن الصامتؓ یہاں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تو اس روایت طویلہ کی سند تین طرح پر ہو گئی۔ اور نسائی ص ۱۰۶ پر محمود بن الربیع سے مکحول روایت کرنے والے نہیں بلکہ حکیم بن حزام عن نافع بن محمود بن الربیع عن عبادۃ ہے۔ اور نافع کو علماء حدیث مجہول کہتے ہیں یعنی مجہول الحال ہیں۔ بہر حال اگر چہ امام بخاریؒ نے جزء القرأۃ الفاتحہ میں مسلک احناف کے خلاف بہت رطب و یابس کو جمع کیا ہے لیکن اس مفصل روایت کو نہ بخاریؒ نے ذکر کیا اور نہ مسلمؒ نے اور جنہوں نے اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں اضطراب ہے۔ (از افادات شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ تقریر ترمذی ص ۴۴۷)

(اس میں جو نافع بن محمود بن الربیع ہے، یہ وہ نافع نہیں ہے جس کے متعلق امام مالکؒ

فرماتے ہیں۔

کنت اذا سمعت حدیث نافع عن ابن عمرؓ لا ابالی ان لا اسمعه من احد

اکمال فی اسماء الرجال علی المشکوٰۃ ص ۶۲۱ / تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۵۲۲)

''کہ جب میں حدیث نافع عن ابن عمر سنوں تو دوسرے سے سننے کی پرواہ نہیں کرتا۔''

اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

اصح الاسانید مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ.

کہ یہ سب سے زیادہ صحیح سند ہے۔ اور ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔
اور عبید اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر بذریعہ نافع اور ان کے تلامذہ امام مالکؒ و امام اعظمؒ اور ابن جریجؒ اور اوزاعیؒ اور ضحاکؒ اور ابو اسحٰق سبیعیؒ احسان فرمایا۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۵۳۳)

حضرت شاہ انور شاہؒ کی تحقیق کہ حدیث منفرد کے حق میں ہے

اور حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شیخین یعنی بخاری و مسلم نے حدیث الباب ...... لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ...... کو اپنے صحیحین میں بدون قصہ مذکورہ (یعنی مقتدی حضرات) کے ذکر کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ...... لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ...... کا قطعہ جماعت کے حق میں نہیں ہے۔ (اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ مذکور قصہ مقتدی حضرات کا موجود نہیں ہے)۔ بلکہ نماز کے احکام کے متعلق ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور یہ سب کے ہاں مسلم ہے۔ البتہ جماعت کے احکامات کے متعلق جو حدیث ہے وہ یہ ہے:

واذاقرأ فانصتوا فانه سوق الجماعة......

کہ جب امام قرأت پڑھے تو تم خاموش رہو۔ سو یہ جماعت کے حق میں ہے۔ (عرف الشذی)

فقہاء و محدثین حضرات کا یہ دستور ہے کہ جہاں کہیں احادیث میں اختلاف ہو تو حسن تطبیق کا

راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ سو قرآن وسنت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب امام قرأت پڑھے تو تم خاموش رہو۔ لہٰذا یہ حدیث منفرد کے حق میں ہے جو کہ اکیلا پڑھ رہا ہو۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ منفرد مراد ہے۔

قال سفیانؒ لمن یصلی وحدہ...... (ابوداؤد ج۱ص۱۲۶ اور بعض نسخوں میں ج۱ص۱۱۹، والتعلیق الصبیح شیخ ادریسؒ)

''حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے حق میں ہے۔''

جس پر بلا استثنیٰ تمام دنیا کا عمل ہے۔ اب حنفیوں کے خلاف تحریراً وتقریراً یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ ان کی نماز نہیں ہوتی، سفید جھوٹ اور ظلم ہے جو کہ ادنیٰ مسلمان کے لئے زیب نہیں رکھتا بلکہ اُٹھ ومنڈ وجوڑتوڑ اور تفسیر بالرائے اور جگاڑ ہے جو حقیقت میں یقیناً بگاڑ ہے۔ (احقر)

باب اوّل

امام کے پیچھے ترک قرأت از آیات قرآنی

واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون...... (سورۃ اعراف ۲۰۴)

"اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اس طرف کان رکھو اور چپ رہو شاید تم پر رحم ہو۔"

اس عموی حکم میں عام محفلوں کے ساتھ ساتھ خطبہ اور ترک قرأۃ خلف الامام بھی آیا کہ امام کا وظیفہ قرأت اور مقتدیوں کا وظیفہ ترک قرأت اور خاموشی ہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ اور تابعین اور دیگر ائمہ مجتہدین اور ائمہ تفسیر کے حوالہ جات نقل کرتا ہے تاہم حضرات صحابہؓ کی تفسیر کا رتبہ، درجہ اور حیثیت کیا ہے۔

صحابہؓ کی تفسیر کی حیثیت

امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے نزدیک صحابیؓ کی تفسیر مسند اور مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔ (مستدرک ج ۱ ص ۱۲۳)۔ اور یہی امام حاکمؒ کی اپنی تحقیق ہے۔ (معرفت علوم الحدیث ص ۲۰)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک صحابیؓ کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۳۳)

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں...... وتفسير الصحابیؓ حجة...... (زاد المعاد ص ۵۲) کہ صحابیؓ کی تفسیر حجت ہے۔

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں...... وتفسير الصحابیؓ مرفوع (تدریب الراوی ص ۶۵)

علامہ جزائریؒ لکھتے ہیں۔ جس صحابیؓ نے نزول وحی کا زمانہ پایا ہو اس کا کسی آیت سے متعلق

یہ کہنا کہ یہ فلاں اور فلاں حکم میں نازل ہوئی، یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے (توجیہ النظر ص ۱۶۵)

اور نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی حضرات صحابہ کرامؓ کی تفسیر بعد کے آنے والے مفسرین سے بہت زیادہ صحیح اور صواب ہے حتیٰ کہ بعض (بلکہ اکثر) علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

(الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ص ۹۶ و احسن الکلام ص ۱۲۱)

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آفتاب نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نجوم ہدایت تھے مگر بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت ابن مسعودؓ کا مقام و درجہ

ان میں ایک شخصیت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان کیا ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۱ / مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

اور فرمایا ہے، جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعودؓ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔

(مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹ صحیح)

نیز فرمایا۔ اگر بغیر مشورہ کے تمہارے لئے میں خلیفہ کا انتخاب کروں تو وہ صرف ابن مسعودؓ ہی ہوں گے اور جس چیز کو ابن مسعودؓ تمہارے لئے پسند نہ کرے، میں بھی اس کو تمہارے لئے پسند نہیں کروں گا۔

(الاستیعاب ج ۱ ص ۳۵۹)

اور فرمایا۔ ابن مسعودؓ کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (ایضاً)

حضرت عقبہؓ بن عمرو فرماتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد میں نے ...... ما انزل اللہ ...... (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعودؓ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا، کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور ﷺ کے پاس رہتے تھے اور حضور ﷺ ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

مشہور تابعی شقیق" کا بیان ہے کہ میں ابن مسعودؓ پر کسی صحابیؓ کو ترجیح نہیں دیتا۔

(مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹)

یہی وجہ ہے کہ ابن مسعودؓ علیٰ روٴس الاشہاد فرمایا کرتے تھے، اس خدا کی قسم! جس کے بغیر کوئی دوسرا الٰہ نہیں، قرآن کریم کی کوئی سورۃ اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شان نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۸/مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

اور فرمایا، تمام صحابہؓ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں ان سب سے کتاب اللہ کا بڑا عالم ہوں۔ (ایضاً)

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود حضرات خلفاء راشدین سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)

اور اہل علم میں ان پر وہ حضرات کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے۔ (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۵۳)

حضرت عمرؓ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم القرآن کے لئے ارسال کیا۔

(بغدادی ج ۱ ص ۱۴۷)

فریق ثانی نے ابن مسعودؓ کو بدنام کیا

اور بعض لوگوں نے ان پر الزام لگایا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن کریم کی سورتیں نہیں سمجھتے تھے، یہ خالص الزام اور بہتان ہے۔

علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں کہ جتنی روایتیں بھی ابن مسعودؓ سے اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں کہ معوذتین اور اُمّ القرآن ان کے مصحف میں نہ تھیں تو وہ خالص جھوٹی اور جعلی ہیں جو کسی طرح صحیح

نہیں ہیں۔ (محلی ابن حزم ج ا ص ۱۳)

امام نوویؒ اور علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وما نقل عن ابن مسعودؓ باطل لیس بصحیح. (شرح المہذب ج/ واتقان ج ا ص ۷۹)

''معوذتین کے قرآن میں نہ ہونے کی جتنی روایتیں ابن مسعودؓ کی طرف منسوب ہیں وہ سب باطل اور غیر صحیح ہیں۔''

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ دلیل قاطع اس پر قائم ہے کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ (طبقات ج ۲ ص ۲۰۷/احسن الکلام ج ا ص ۱۲۲)

تاہم حضرت ابن مسعودؓ سے معوذتین کے متعلق جو کچھ بخاری وغیرہ احادیث کے ذخیرہ میں منقول ہے وہ مؤول ہے اور درست تاویل کو حضرت شیخ احمد علی سہارنپوریؒ نے حاشیہ بخاری ص ۷۴۴ میں تفسیر اتقان اور قسطلانی اور کرمانی اور فتح الباری ابن حجر عسقلانیؒ اور امام رازیؒ کے حوالجات سے نقل کیا ہے۔ (احقر سعید الرحمٰن)

دیکھا کمزور پوزیشن تھامنے کے لئے مقدس شخصیات کو کس طرح بدنام کرتے ہیں اور قرآن وسنت میں بھی تفسیر بالرائے کر کے دم بھرتے ہیں اور پھر امام اعظمؒ اور ہم جیسے سے کیا کرتے ہیں لیکن جو حضرات اللہ سے ڈرتے ہیں وہ حضرت ابن مسعودؓ کی عظمت سے سانس بھرتے ہیں۔

(احقر)

ترک قرأت خلف الامام پر حضرت ابن مسعودؓ کی پہلی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ ھ) سے قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر یوں منقول ہے:

امام ابن جریر طبری (المتوفی ۳۱۰ ھ) فرماتے ہیں، ہم سے ابوکریب نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے محاربی نے بیان کیا اور وہ داؤد بن ابی ہند سے روایت کرتے ہیں اور وہ بسیر

بن جابر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپؓ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو اور جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

(تفسیر ابن جریر طبریؒ ج۹ ص۱۰۳)

شیخ علامہ صفدر کی تحقیق

شیخ الحدیث مولنا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ یہ روایت وضاحت سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأۃ کر رہے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو فہم و عقل سے کام نہ لینے پر تنبیہ کرتے ہوئے قرأت سے منع کیا اور یہ بات بھی عیاں کر دی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور انصات کا حکم دیا ہے جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں اور یہ وہی ابن مسعودؓ ہیں جو کتاب اللہ کے عالم ہونے میں تمام حضرات صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ حضرات خلفائے راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور جن کو ہر سورۃ اور ہر آیت کا شان نزول بخوبی معلوم تھا۔ (احسن الکلام ج۱ ص۱۲۶)

تفسیر ابن جریر کا مقام و درجہ

امام خطیب لکھتے ہیں کہ وہ احد الائمۃ العلماء تھے، ان کی رائے پر فیصلے ہوتے تھے۔

(بغدادی ج۲ ص۱۶۳)

نیز علامہ ذہبیؒ تصریح کرتے ہیں کہ تفسیر ابن جریر جیسی کوئی تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی۔ (تذکرہ ج۲ ص۲۵۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ تمام تفسیروں میں صحیح ترین اور قابل اعتبار تفسیر محمد بن جریر طبریؒ کی ہے کیونکہ وہ صحیح اور ثابت سندات کے ساتھ سلف صالحین کے اقوال نقل کرتے ہیں اور اقوال بھی ایسے نقل کرتے ہیں جن میں بدعت کی مطلقاً بو تک نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۲) .

ابوکریب کا نام محمد بن العلاءؒ ہے۔ علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ الثقہ اور محدث کوفہ لکھتے ہیں۔
(تذکرہ ج ۲ ص ۷۳)

امام نسائیؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ ابو عمرو الخفافؒ کا بیان ہے کہ میں نے اسحٰقؒ بن ابراہیمؒ کے بعد ان سے بڑا کوئی حافظ نہیں دیکھا۔ محدث مسلمہؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۸۶)

محاربی کا نام یحیٰی بن یعلیٰ ہے (نہ کہ یعلیٰ بن یعلیٰ جو کہ ضعیف ہیں) امام ابو حاتمؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں اور ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (ایضاً ج ۱۱ ص ۳۰۳)

اور کسی کی جرح ان پر منقول نہیں ہے۔

داؤد بن ابی ہند کو امام احمدؒ، سفیان ثوریؒ، ابن معینؒ، ابو صالحؒ اور نسائیؒ ثقہ کہتے ہیں۔ یعقوب بن ابی شیبہؒ ان کو ثقہ اور ثبت کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ ان کو متقین میں شمار کرتے ہیں۔ ابن خراشؒ ان کو ثقہ اور ابن سعدؒ ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ (ایضاً ج ۳ ص ۲۰۴)

ذہبیؒ ان کو الامام اور الثبت لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۳۸)

یسیر بن جابر۔ ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ ابن سعدؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام عجلیؒ ان کو من ثقات عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ عوام بن خوشبؒ ان کو صحابیؓ بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سنہ ۱ ھ میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۷۹)

حافظ ابو عمر بن عبدالبر بھی ان کو صحابیؓ بتلاتے ہیں۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۶۱۷/ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت ابن مسعودؓ کی دوسری روایت

(۱) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں، ہم سے (۲) ابوالحسن محمد بن الحسین بن داؤد علویؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے (۳) ابوالحسن علی بن محمدؒ بن حمشاذ العدلؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے

ہیں، مجھ سے (۴) محمدؒ بن حسین انماطی بغدادیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے (۵) یحییٰ بن ایوبؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے (۶) عبدالوہاب ثقفیؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے (۷) ایوبؒ نے بیان کیا۔ وہ (۸) منصور سے روایت کرتے ہیں، وہ (۹) ابووائلؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ خود پڑھنے کی وجہ سے امام کی قرأت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہیں کافی ہے۔ (الگ قرأت کی ضرورت باقی نہیں رہتی)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت صحیح ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں اور خطاب ان لوگوں کو تھا جو امام کے پیچھے اس کی اقتدا کر رہے تھے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے اور یہ سری و جہری تمام نمازوں کو شامل اور فاتحہ اور غیر فاتحہ سب کو حاوی ہے۔

۱...... امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقیؒ ...... علامہ ذہبیؒ ان کو الامام الحافظ العلامہ اور شیخ خراسان لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۳۰۹)

۲...... جلیل القدر عالم اور بڑے پایہ کے صوفی تھے۔ (بغدادی ج ۱۴ ص ۴۲۸)

علامہ ذہبیؒ ان کو امام بیہقیؒ کے مشائخ اور زمرۂ محدثین میں بیان کرتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۲۰۹)

۳...... علامہ ذہبی ان کو الحافظ الکبیر لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۶۹)

۴...... ثقہ تھے۔ (بغدادی ج ۲ ص ۲۲۸)

۵...... علی بن مدینیؒ اور ابوحاتم ان کو صدوق کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ اور حسین بن فہمؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن قانعؒ ان کو ثقہ اور مأمون کہتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۸۸)

۶...... الحافظ الامام اور ثقہ تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۵)

آخر عمر میں ان کے دماغ میں کچھ فتور آ گیا تھا۔ (تقریب ص ۲۴۹)

لیکن اس فتور کے زمانے میں انہوں نے کوئی روایت بیان نہیں کی۔ (میزان الاعتدال

ج ۲ ص ۱۶۱)

۷...... ایوبؒ......ثقہ ثبت اور حجت تھے۔ (تقریب ص ۴۶)

۸......منصور......الامام الحافظ اور الحجہ تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۳۴)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ بڑے متقن تھے، تدلیس نہیں کرتے تھے۔ عجلیؒ ان کو ثقہ ثبت اور حجت کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۱۵)

۹......ابو وائل......ان کا نام شقیق بن سلمہؒ ہے۔ ابن معینؒ کہتے ہیں، وہ ایسے ثقہ تھے کہ ان کے مثل سے متعلق سوال نہیں ہو سکتا۔ امام وکیعؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ ابن سعدؒ ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ ان کی یہ خوبی تھی کہ تدلیس نہیں کرتے تھے۔ (ایضاً ج ۴ ص ۳۶۲ / احسن الکلام ج ۱ ص ۱۲۷)

ترک قرأت خلف الامام پر ابن عباسؓ کی پہلی روایت

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (المتوفی ۶۸ ھ) سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مگر ہم یہاں صرف دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔

پہلی روایت......

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ ہم سے ابو زکریا بن ابی اسحٰق مزکیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں ہم سے ابو الحسن احمدؒ بن محمدؒ بن عبدوسؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے عثمان بن سعیدؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے عبداللہ بن صالح نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، مجھ سے معاویہ بن صالح نے بیان کیا، وہ علیؒ بن ابی طلحہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالٰی واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون...... یعنی فی الصلٰوۃ المفروضۃ۔

''حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ...... اذا قرأ القرآن ۔الآیۃ......فرض نماز کے

بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

(کتاب القرأت ص ۷۳)

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اس آیت میں استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے، وہ شان نزول کے لحاظ سے صرف فرض نماز کو شامل ہے اور یہی اس کا شان نزول ہے۔ گو غیر فرض نمازوں (مثلاً نماز عید و تراویح وغیرہ) اور خطبہ کو بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے شامل ہے۔

تنبیہ......

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں، علیؒ ابن ابی طلحہ ہاشمیؒ کی براہ راست حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سماعت نہیں ہوئی بلکہ وہ حضرت مجاہدؒ بن جبرؒ اور سعیدؒ بن جبیرؒ کی وساطت سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔ اس لئے یہ روایت بلاشک وشبہ صحیح اور معتبر ہے۔ (دیکھئے مزید تحقیق کے لئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۸/ فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۲/ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۹ اور تفسیر اتقان ج ا ص ۱۸۸)

علیؒ بن ابی طلحہؒ کے اس تفسیری صحیفہ کو صحیح اور معتبر سمجھتے ہوئے امام ابوجعفر نحاسؒ نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ" میں استفادہ کیا ہے۔ (اتقان ج ا ص ۱۸۸)

اور اسی صحیفہ سے امام بخاریؒ نے صحیح میں اور امام ابن جریرؒ و ابن ابی حاتمؒ اور امام ابن المنذرؒ وغیرہ نے تفاسیر میں خوشہ چینی کی ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۸/ احسن الکلام ج ا ص ۱۳۰)

ابن عباسؓ......

تمام حضرات صحابہ کرامؓ میں فن تفسیر میں حضرت ابن مسعودؓ کے بعد نمبر حضرت ابن عباسؓ کا آتا ہے اور کیوں نہ جناب رسول خدا ﷺ نے ان کے حق میں یہ دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ اور قرآن کریم کی تفسیر اور تاویل کی مہارت عطا فرما۔

(مسند احمد ج ا ص ۳۲۸)

قال الهيثميؒ رجاله رجال الصحيح.

ہیثمیؒ فرماتے ہیں، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۲۷۶)

وصححه ابن كثير.

کہ ابن کثیر نے تصحیح کی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۹۷)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ:

اعلم الناس بما انزل على محمد ﷺ ...... تھے۔(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۰۰)

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ دین کے امام، علم کا سمندر اور بہت بڑے عالم تھے۔ (تذکرہ ج۱ ص۳۷)

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے محقق اور صاحب بصیرت بھی قرآن کریم کی تفسیر میں ان کی طرف مراجعت کرتے تھے۔ (بخاری ج۲ ص۷۴۳/ احسن الکلام ج۱ ص۱۲۸)

۱: ابوزکریاؒ......علامہ ذہبیؒ ان کو مسند نیشاپور لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج۳ ص۲۴۵)

علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ وہ ادیب، مؤرخ، کثیر العلوم تھے اور علاقہ نیشاپور میں علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ (بغدادیؒ ج۱۴ ص۲۳۹)

۲: ابوالحسنؒ......علامہ سبکیؒ نے طبقات (ج۲ ص۹۸) میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور علامہ ذہبیؒ ان کو مسند نیشاپور لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج۳ ص۷۶)

۳: عثمان بن سعیدؒ......علامہ ذہبیؒ ان کو الامام اور الحجہ لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج۲ ص۱۷۷)

۴: عبداللہ بن صالحؒ ......امام ابن معینؒ ان کو ثقہ اور ابوحاتمؒ صدوق کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ ان کو مستقیم الحدیث کہتے ہیں۔ (تذکرہ ج۱ ص۳۵۶)

عبدالملکؒ بن شعیبؒ ان کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ ابوزرعہؒ ان کو حسن الحدیث اور ابن عدیؒ مستقیم الحدیث کہتے ہیں۔ مسلمہؒ بن قاسمؒ لاباٴس بہ کہتے ہوئے ان کی توثیق کرتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج۱ ص۲۵۹)

اور جن حضرات محدثین نے ان میں کلام کیا ہے تو اس کی اصل وجہ ان کا ایک شریر پڑوسی تھا

جس کا نام خالد بن نجیح تھا۔ ابوصالح" عبداللہ بن صالح" کا کوئی قصور نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۵۹ اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۳) میں ان کی روایت موجود ہے)۔

۵: معاویہ بن صالح"...... علامہ خطیب" ان کو ثقات میں بیان کرتے ہیں۔ (بغدادی ج ۱۱ ص ۴۲۸)

امام احمد" ان کو ثقہ اور ابن عدی" ان کو صدوق لکھتے ہیں۔ ابوزرعہ ان کو ثقہ لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۰۹)

علامہ ذہبی" ان کو الامام الفقیہ اور قاضی اندلس لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۶)

۶: علی" بن ابی طلحہ"...... امام نسائی ان کی لیس بہ بأس سے توثیق کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۸)

ابوداؤد ان کو مستقیم الحدیث لکھتے ہیں۔ ابن حبان" ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ محدث عجلی" ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۹) اور صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۵ میں ان کی روایت موجود ہے۔

رہا امام احمد" کا یہ فرمانا کہ لہ اشیاء منکرات تو بجا ہے لیکن اس کی وجہ ان کا روایت میں ضعف نہیں بلکہ اس لئے کہ...... ولکن لہ رای سوء کان یری السیف ...... ان کی رائے اچھی نہ تھی کیونکہ وہ خلیفہ کے مقابلہ خروج کو جائز سمجھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۴۰/ احسن الکلام حضرت الشیخ ج ۱ ص ۱۳۱)

دوسری روایت

امام بیہقی" فرماتے ہیں۔ ہم سے ابوالحسن علی" بن محمد" بن عبداللہ" بن شران" نے بغداد میں بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے ابوجعفر محمد" بن عمرو" الرزاز" نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے سعدان" بن نصر" نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے مسکین" بن بکیر الحرانی" نے بیان کیا۔ وہ ثابت" بن عجلان" سے روایت کرتے ہیں۔ وہ سعید بن جبیر" اور وہ عبداللہ بن عباس؄ سے۔ انہوں نے فرمایا کہ

آیت...... واذ اقرأ القرآن ...... کے پیش نظر مؤمن پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کو گنجائش ہے کہ سنے یا نہ سنے مگر مفروضہ نماز جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (کتاب القراۃ ص ۷۳)

(ان حالات میں اس کو بہر حال خاموش رہنا اور استماع اور انصات کرنا ضروری ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ کی سابق روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول فرض نماز ہے اور اس روایت میں وہ عموم الفاظ کے پیش نظر جمعہ اور عیدین کی نماز اور خطبہ وغیرہ کا حکم بھی استماع اور انصات میں بیان کرتے ہیں اور اس کی پوری تحقیق اپنے مقام پر آئے گی کہ نصوص میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوصی اسباب کا۔ (ائمہ مجتہدین اپنی مہارت سے اس عموم اور جوامع الکلم کو دیکھ کر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ احقر)۔

اور یہ کہ کوئی آیت شان نزول پر مقید نہیں ہوتی۔ اسی طرح کے مضمون کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کا حکم امام کے پیچھے اقتدا کرنے والوں کو ہے مگر حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے بعد کچھ کہنے کی مطلقاً حاجت باقی نہیں رہتی۔

حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد سرفراز خان مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق ان کا مقام تمام حضرات صحابہ کرامؓ سے علی الاطلاق بہت اونچا اور بلند ہے اور سند کے لحاظ سے بھی یہ روایتیں سو فیصد صحیح ہیں جیسا کہ آپ پوری تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

۱: ابو الحسن یحییٰؒ بن محمدؒ...... امام خطیبؒ ان کو ثقہ صدوق ثبت حسن الاخلاق اور تام المروۃ لکھتے ہیں۔ (بغدادیؒ ج ۱۴ ص ۹۹)

۲: ابو جعفرؒ محمدؒ بن عمروؒ...... علامہ بغدادیؒ ان کو ثقہ اور ثبت لکھتے ہیں۔ (بغدادی ج ۳ ص ۱۳۲)

۳: سعدانؒ بن نصرؒ...... امام ابو حاتمؒ ان کو صدوق اور دار قطنیؒ ان کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ (بغدادی ج ۹ ص ۲۰۵)

۴: مسکینؒ بن بکیرؒ...... امام احمدؒ اور ابن معینؒ ان کی لاباًس بہ کہتے ہوئے توثیق کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ اور ابن شاہینؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ ابن عمارؒ ان کو ثقہ لکھتے ہیں۔ ابو حاتمؒ ان کو صالح الحدیث اور لاباًس بہ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ حدیث کے حافظ تھے۔ (اور جنہوں نے اپنی کمزور پوزیشن تھامنے کے لئے اس کو بہت وہمی اور کثیر الخطاء کا حوالہ نقل کیا ہے) سو ان کا وہم اور خطا وغیرہ جو کچھ ہے مطلق نہیں ہے بلکہ صرف سعیدؒ بن عبدالعزیزؒ کی روایت میں ہے۔ چنانچہ خود ابو احمدؒ نے تصریح کی ہے۔

ومن این کان مسکینؒ یضبط عن سعید. (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۲۱)

''کہ مسکینؒ کو سعیدؒ کی روایت میں ضبط کہاں سے نصیب ہوا؟''

اور اس سند میں روایت ثابتؒ بن عجلان سے ہے نہ کہ سعیدؒ سے۔

۵: ثابتؒ بن عجلانؒ...... امام احمدؒ اور ابن معینؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ وحیمؒ اور نسائیؒ لیس بہ باًس سے ان کی توثیق کرتے ہیں۔ ابو حاتمؒ ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰)

۶: سعید بن جبیرؒ...... یہ سعید بن جبیرؒ الاسدی الکوفی تابعین کے بڑے علماء (ثقہ ثبت فقیہ) میں سے ہیں جنہوں نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ سے سنا ہے اور انہوں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے۔ (اور سفاک اظلم الناس) حجاج بن یوسف نے ان کو ۴۹ سال کی عمر میں شعبان کے مہینہ ۹۵ھ میں شہید کیا اور خود حجاج متصل رمضان میں مر گئے۔ (اور جہاں ان کے عمل کے مطابق ان کے لئے مناسب تھا، وہیں اپنے گھر گئے اور مسلمانوں کے قلوب ان کے ظلم سے بھر گئے۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار مظلوم صحابہؓ اور تابعین کو قتل کر کے عوام پریشان اور ڈر گئے)۔ اور سعید بن جبیرؒ کی دعا کی وجہ سے ان کی شہادت کے بعد کسی کی شہادت پر قادر نہ ہوا۔ واقعہ یہ ہوا کہ اس (ظالم اور بدترین سفاک) نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے کہا کہ پسند کرو کس طرح تجھے قتل کردوں۔ تو سعید بن جبیرؒ نے فرمایا، اے حجاج! تو بھی اپنے لئے پسند کر، کیونکہ بخدا آخرت کے اندر میں بھی تجھے اسی طرح قتل کروں گا جیسا کہ تو مجھے قتل

کرے گا۔ تو حجاج نے کہا، تو مجھ سے عفو چاہتا ہے۔ تو فرمایا، اگر عفو ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، تحقیق تیرے لئے سو نہ تو براۃ ہے اور نہ عذر۔ پس ظالم نے کہا، اس کو قتل کے لئے لے چلو۔ سو جب دروازہ سے نکالے گئے تو ہنس پڑے۔ جب حجاج ظالم کو خبر دی گئی سو کہا کہ واپس کرو۔ تو واپس کئے گئے۔ پس پوچھا کہ کیوں ہنسے ہو؟ فرمایا، میں نے اللہ پر تیری جرأت سے تعجب کیا اور تیرے جیسے آدمی پر اللہ تعالیٰ کے حلم سے متعجب ہوا۔ سو حجاج نے سفاکوں سے کہہ دیا کہ ان کے لئے زمین پر کوئی بچھونا بچھا کر قتل کردو۔ سو حضرت سعیدؒ نے فرمایا: انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا و ما انا من المشرکین۔ حجاج نے کہا، اس کو غیر قبلہ کی طرف لٹا کر ذبح کرو۔ تو فرمایا: فاینما تولوا فثم وجه الله۔ تو کہا حجاج نے کہ اس کے چہرے کو زمین کی طرف کردو۔ تو حضرت سعیدؒ نے فرمائیؒ منها خلقناکم و فیها نعیدکم و منها نخرجکم تارة اخریٰ۔ حجاج نے کہا، سعیدؒ کو ذبح کردو۔ سو سعیدؒ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں اور لڑوں گا کہ ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و ان محمداً عبده ورسوله کہ یہ مجھ سے لو کہ قیامت کے روز تو مجھ سے ملے گا۔ پھر حضرت سعیدؒ نے دعا کی اور فرمایا کہ یا اللہ میرے بعد اس ظالم کو دوسرے پر مسلط نہ کرنا۔ سو چٹائی پر حضرت سعید بن جبیرؒ کو شہید کیا۔ (اور آج بھی اس جیسے ہزاروں لاکھوں سفاک اور ظالم موجود ہیں کہ دینی مدارس کو ڈھا کر دینی طلبہ اور حق پرست علماء کو بے دردی سے شہید کرتے ہیں، خود بھی جہنم کو بھرتے ہیں۔ ہم ان سے کیا کرتے ہیں)۔ حجاج ظالم بطن کی شدید بیماری میں مبتلا ہو کر دو ہفتوں کے بعد ظلم کے انجام کو پہنچ گئے اور دارین کو کھو گئے۔ اور سعید بن جبیرؒ عراق واسط کے مقبرہ میں کروڑوں رحمتوں کے ساتھ سو گئے اور ائمہ اربعہ اور ان جیسے ہزاروں لاکھوں ائمہ کے شیخ المشائخ ہو گئے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہم اللہ تعالیٰ، الاکمال مع المشکوٰۃ ص ۵۹۸)

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ہم بعض تابعین کی چند روایات اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔قرآن کریم کی تفسیر میں قرآن، حدیث اور صحابہؓ کے بعد تابعین کی تفسیر قابل حجت ہے اور یہی اکثر ائمہ سے منقول ہے۔ خصوصاً مجاہدؒ بن جبرؒ کی تفسیر کیونکہ وہ فن تفسیر کے امام تھے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے، جب مجاہدؒ کی تفسیر تمہارے پاس پہنچ جائے تو پھر کسی کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اور ان کے بعد سعیدؒ بن جبیرؒ، عکرمہ، عطا بن ابی رباحؒ، حسن بصریؒ، مسروقؒ، سعیدؒ بن المسیبؒ، ابو العالیہؒ، ربیعؒ بن انسؒ، قتادہؒ اور ضحاکؒ بن مزاحمؒ وغیرہ کا درجہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۴)

حضرت مجاہدؒ بن جبرؒ (المتوفی ۱۰۲ھ) سے:

پہلی روایت

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے حافظؒ ابو عبداللہ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حافظ ابو علی حسینؒ بن علیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو یعلیٰ موصلیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمدؒ بن ابو بکرؒ مقدمیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحیٰ بن سعیدؒ نے بیان کیا۔ وہ سفیانؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ہاشمؒ اسمٰعیلؒ بن کثیرؒ مکی نے بیان کیا۔ وہ مجاہدؒ بن جبرؒ سے روایت کرتے ہیں:

اذ اقرأ القرآن فاستمعوا له قال فی الصلوٰة. (کتاب القراۃ ص ۷۳)

کہ یہ آیت نماز کے متعلق نازل ہوگئی ہے۔

دوسری روایت

امام بیہقیؒ سے لے کر محمدؒ بن ابو بکرؒ مقدمی تک وہی سند ہے جو پہلے بیان ہو چکی۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے اشعث بن عبداللہ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے شعبہؒ نے بیان کیا۔ وہ حمید اعرجؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت مجاہدؒ سے:

واذ اقرأ القرآن فاستمعوا له قال فی الصلوٰة. (کتاب القراۃ ص ۷۴)

انہوں نے فرمایا کہ ...... واذ اقرا القرآن ...... کا شان نزول نماز ہے۔

ا: حضرت مجاہدؒ بن جبر ...... علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ، عالم ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۴۴)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۸۰).

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان کی امامت اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ خصیفؒ کا بیان ہے کہ مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۸۰)

حبر الامۃ حضرت ابن عمرؓ ان کے حفظ کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کہ کاش نافعؒ کا حفظ تمہارے ہی طرح کا ہوتا۔ (شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۲۵)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ وہ احد الائمۃ التابعین والمفسرین تھے اور حضرت ابن عباسؓ کے ارشد تلامذہ میں تھے اور اپنے زمانہ میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۲۴)

اور ان کے فقہی کمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ مخزن علوم مکہ کی جماعت افتاء کے ایک معزز رکن تھے۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۳۶)

۲: حافظ ابو عبد اللہؒ ...... یہ وہی امام ہیں جن کو الحاکم کہتے ہیں اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہو چکی ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۲۲۷)

۳: ابو علی حسینؒ بن علیؒ ...... خطیبؒ لکھتے ہیں کہ وہ حفظ اتقان ورع مذاکرۂ ائمہ اور کثرت تصنیف میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ (بغدادی ج ۸ ص ۷۱)

ذہبیؒ ان کو الامام الحافظ اور محدث اسلام لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۱۱۰)

۴: ابو یعلی موصلیؒ ...... ذہبیؒ ان کو الحافظ الثقہ اور محدث جزیرہ لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۲۴۶)

۵: ابو بکر مقدمیؒ ...... امام یحییٰؒ بن سعید بن القطانؒ اور ابو زرعہؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابو حاتمؒ ان کو صالح الحدیث اور ابن قانعؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۷۹)

۶: یحیٰ بن سعیدؒ......امام الجرح والتعدیل ذہبیؒ ان کوالامام العلم اور سید الحفاظ لکھتے ہیں۔نسائیؒ فرماتے ہیں کہ مالکؒ، شعبہؒ اور یحیٰ بن سعیدؒ حدیث رسولؐ کے امین تھے۔
(تذکرہ ج ا ص ۲۷۴)

علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ ثبت حجت، بلند مرتبہ اور مامون تھے۔خلیلیؒ کہتے ہیں، وہ بلا کسی اختلاف کے مسلم امام تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۱۹)

۷: سفیان ثوریؒ (المتوفی ۱۶۱ھ)......علامہ ذہبیؒ ان کوالامام، شیخ الاسلام، سید الحفاظ اور الفقیہ لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ا ص ۱۹۰)

امام شعبہؒ اور ابن معینؒ اور ایک بہت بڑی جماعت کہتی ہے کہ سفیانؒ فن حدیث میں امیر المومنین تھے۔ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ سو شیوخ سے احادیث کی سماعت کی ہے، جن میں سفیان ثوریؒ سے افضل کوئی بھی نہ تھا۔ان کی تعریف وتوصیف کے لئے یہ الفاظ کیا کم ہیں؟ شعبہؒ فرماتے ہیں، سفیانؒ مجھ سے بڑے حافظ ہیں۔ورقاءؒ فرماتے ہیں، سفیانؒ نے اپنا نظیر خود بھی نہیں دیکھا ہوگا۔امام احمدؒ فرماتے تھے، میرے نزدیک سفیانؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اس سرزمین پر کوئی ایسا نہیں رہا جس پر تمام اُمت متفق ہو ہاں مگر وہ صرف سفیان ثوریؒ ہی ہیں۔ (تذکرہ ج ا ص ۱۹۱)

۸: ابوھاشمؒ اسمٰعیلؒ......امام احمدؒ، نسائیؒ، یعقوبؒ بن شیبہؒ، یعقوبؒ بن سفیانؒ اور عجلیؒ سب ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ابن سعدؒ ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ابو حاتمؒ ان کو صاحب الحدیث کہتے ہیں اور ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ا ص ۳۲۶)

۹: اشعثؒ بن عبداللہؒ......امام ابن معینؒ اور ابوداؤدؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔امام نسائیؒ لاباس بہ سے ان کی توثیق کرتے ہیں۔ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ا ص ۳۵۶)

۱۰: شعبہؒ......ذہبیؒ ان کو الحجہ الحافظ اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ا ص ۱۸۱)
سفیان ثوریؒ ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔ (کتاب العلل امام ترمذیؒ

ج۲ص ۲۳۸)

۱۱: حمید اعرجؒ...... امام ابن معینؒ، ابوزرعہؒ، ابوداؤدؒ ابن خراشؒ، عجلیؒ اور بخاریؒ سب ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ نسائیؒ لاباس بہ کہتے ہیں۔ ابن سعدؒ ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔
(تہذیب التہذیب ج۳ ص ۴۷)

تیسری روایت

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔ ہم سے حافظ ابوعبداللہؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے قاضی عبدالرحمٰنؒ بن حسنؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے آدمؒ بن ابی ایاسؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے ورقاءؒ نے بیان کیا، وہ ابن ابی نجیحؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت مجاہدؒ سے۔

وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز میں قرأت کر رہے تھے، آپؐ کے ساتھ ایک انصاری بھی پڑھتا رہا اس پر...... اذا قرا القرآن ...... الآیۃ نازل ہوئی۔
(کتاب القرأۃ ص ۷۲)

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قرأۃ کرنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں معمول نہ تھا ورنہ صرف ایک ہی انصاری کے پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ اور جب حکم نازل ہوا تو نہ پڑھنے والوں کو کچھ نہ کہا بلکہ منع کیا تو پڑھنے والے ہی کو منع کیا اور آیت کا شان نزول بھی حضرت مجاہدؒ نے وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔
اور اسی مضمون کی ایک روایت امام زہریؒ سے بھی منقول ہے۔ (کتاب القرأۃ ص ۷۸)

اور انقطاع کا سوال اٹھانا بے سود ہے اولاً اس لئے امام ابن مدینیؒ بیان فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ کا مرسل عطاؒ کے مرسل سے مجھے کہیں زیادہ پسند ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۷ ص ۲۰۲)
امام یحییٰؒ بن سعید القطانؒ کہتے ہیں، مجاہدؒ کا مرسل مجھے طاؤسؒ کے مرسل سے زیادہ پسند

ہے۔ (تدریب الراوی ص ۷۰/کتاب العلل ترمذی ص ۳۲۹)

وثانیاً...... علماء احناف ؒ کے نزدیک اور جمہور اہل اسلام اور دوسری صدی سے قبل تمام محدثین کرام ؒ کے نزدیک تنہا مرسل قابل حجت ہوتا ہے، تاہم دوسری روایات سے قوت بھی حاصل ہے۔

3

ا: آدم ؒ بن ابی یاس ؒ...... امام حاکم ؒ نے اس سند سے (مستدرک ج ۲ ص ۴۵/ ۴۶/۲۵۹/۲۶۰/۵۲۱/۳۵۳/۲۷۶/ ج ۳ ص ۳۱۴/ ج ۴ ص ۷۷) وغیرہ میں چند حدیثیں نقل کی ہیں اور ہر مقام پر امام حاکم ؒ اور ذہبی ؒ ان کو صحیح کہتے ہیں اور ایک مقام پر حاکم ؒ اور ذہبی ؒ دونوں علی شرط الشیخین تصحیح کرتے ہیں۔

۲: ورقاء ؒ...... امام احمد ؒ، ابن معین ؒ اور وکیع ؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابو حاتم ؒ ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں۔ ابن حبان ؒ اور ابن شاہین ؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ ابن معین ؒ فرماتے ہیں کہ ورقاء ؒ کی تفسیر شیبان ؒ اور سعید ؒ سے زیادہ معتبر ہے کیونکہ ورقاء ؒ ابن نجیح ؒ سے اور وہ مجاہد ؒ سے تفسیر روایت کرتے ہیں اور وہ فن تفسیر کے امام تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۱۴)

۳: ابن نجیح ؒ...... امام احمد ؒ، ابوزرعہ ؒ، ابن معین ؒ اور نسائی ؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن سعد ؒ ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابن حبان ؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ امام سفیان ؒ اور ابو حاتم ؒ ان کی تفسیر کی بڑی قدر کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۵۴/ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت سعید بن المسیب ؒ (المتوفی ۹۴ھ)

امام بیہقی ؒ فرماتے ہیں۔ ہم سے حافظ ابو عبداللہ ؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے ابو یعلیٰ ؒ موصلی ؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے محمد ؒ بن ابو بکر مقدمی ؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے عبدالرحمٰن ؒ بن مہدی ؒ نے بیان کیا۔ وہ حماد بن سلمہ ؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ قتادۃ ؒ سے اور وہ سعید ؒ بن المسیب ؒ سے۔ وہ فرماتے ہیں:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال فی الصلوٰة. (کتاب القرأة

ص ۷۵)

کہ آیت...... واذا قری القرآن...... الآیۃ کا شان نزول نماز ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف وخلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدی کے لئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تنوع العبادات ص ۸۶)

مطلب ظاہر ہے کہ منکرین قرأۃ خلف الامام صرف چند نفوس نہیں بلکہ جمہور سلف وخلف ہیں اور یہ نظریہ جمہور نے اجتہاد اور قیاس ہی سے قائم نہیں کیا بلکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے لیا ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے قرأت تجویز کرتے ہیں، ان کا ہاتھ کتاب اللہ سے یکسر خالی ہے اور محض حدیث پر ان کے استدلال کی بنیاد قائم ہے اور حدیث بھی وہ ہے جس کی تضعیف ائمہ حدیث سے منقول ہے۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ جمہور کا مسلک اور قول ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے۔ (فتاوی ج ۲ ص ۴۱۲/ احسن الکلام)

۱: سعید بن المسیبؒ...... امام نوویؒ لکھتے ہیں، ان کی امامت اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن حبانؒ لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں اہل مدینہ کے سردار تھے۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۲۰)

حافظ ذہبیؒ ان کو الامام، شیخ الاسلام اور اجلہ تابعین میں لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۴۸)

ابن حمادؒ لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں حدیث، فقہ، زہد، ورع اور عبادات اور جملہ علمی وعملی کمالات جمع تھے۔ (شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۰۳)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ علی الاطلاق وہ سید التابعین تھے اور حضرت ابن عمرؓ ان کو احد المتقنین کہتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۹۹)

امام یحییٰ بن سعید فرمایا کرتے تھے، ہم قرآن کی تفسیر میں رائے کو دخل نہیں دیتے، صرف وہی کہہ سکتے ہیں جس کا ہمیں علم ہے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ ج۱ص۶)

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان کے تمام مراسیل صحیح ہیں۔ (تذکرہ ج۱ص۵۱)

امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ تمام مراسیل میں صحیح تر مراسیل ان کے ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث ص۲۵)

امام بیہقیؒ ان کے مراسیل کو اصح المراسیل کہتے ہیں۔ (سنن کبریٰ ج۱ص۴۲۱)

علامہ جزائریؒ لکھتے ہیں کہ مراسیل میں سے صحیح ترین مرسل سعید بن المسیبؒ کا ہے۔ (توجیہ النظر ص۱۶۶)

امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مراسیل صحیح ترین ہیں۔ (مقدمہ فتح الملہم ص۳۶)

امام شافعیؒ باوجودیکہ وہ دیگر تابعین کے مراسیل میں کلام کرتے ہیں مگر حضرات صحابہ کرامؓ کے مراسیل کی طرح وہ سعیدؒ بن المسیبؒ کے مرسل کو حجت اور صحیح مانتے ہیں۔ (مقدمہ فتح الملہم ص۳۴)

۲: عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ......ذہبیؒ ان کو الحافظ الکبیر، الامام العلم اور الشہیر لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج۱ص۳۰۱)

علیؒ بن المدینیؒ کا بیان ہے کہ ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔ اگر میں رکن حطیم اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر قسم کھاؤں تب بھی یہی کہوں گا کہ میں نے ان جیسا یا ان سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ (شذرات ص۳۵۵/تہذیب الاسماء ج۱ص۳۰۵)

علامہ سمعانیؒ لکھتے ہیں کہ پختہ کار، حافظ، صاحب تقویٰ اور جامع حدیث تھے۔ (کتاب الانساب ص۴۹۶)

۳: حمادؒ بن سلمہؒ......علامہ ذہبیؒ ان کو الامام، الحافظ، المحدث اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج۱ص۱۸۹)

آخر میں ان کے حافظہ میں معمولی فتور آ گیا تھا۔ (تقریب ص۱۰۱)

لیکن اس سے ان کی حدیث اور روایت پر مطلقا اثر نہیں پڑا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں، جب کسی شخص کو دیکھو کہ وہ حمادؒ بن سلمہؒ کے حق میں کچھ کہتا ہے تو اس کو منافق سمجھنا۔ (فاتحہ علی الاسلام/تذکرہ ص ۱۹۰ ج ۱)

یہی الفاظ امام ابن معینؒ سے بھی منقول ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۰)

۴: قتادہؒ...... محدث ابن ناصر الدینؒ کا بیان ہے کہ وہ مفسر قرآن آیۃ فی الحفظ اور نسب دانی کے امام تھے۔ (شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۵۳)

ابن سعدؒ ان کو ثقہ مامون اور حجت لکھتے ہیں۔ (طبقات ج ۷ قسم دوم ص ۱)

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا بیان ہے کہ قتادہؒ حمیدؒ کے جیسے پچاس آدمیوں سے زیادہ بڑے حافظ تھے۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ قسم اول ص ۵۷)

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ وہ بصرہ کی جماعت افتاء کے ایک معزز رکن تھے۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۷)

ابن سیرینؒ کا بیان ہے کہ قتادہؒ سب لوگوں سے زیادہ بڑے حافظ تھے۔ (کتاب العلل ترمذیؒ ج ۲ ص ۲۳۸/تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۱)

علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ اور العلامہ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص 115)

حافظ ابن کثیرؒ ان کو احد علماء التابعین والائمۃ العالمین لکھتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۹)

امام بیہقیؒ ان کو حافظ حدیث لکھتے ہیں۔ (سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۶)

۱۱۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۵)

حضرت حسن بصریؒ (المتوفی ۱۱۰ھ)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں، ہم سے حافظ ابوعبداللہؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے حافظ ابوعلیؒ سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابویعلیؒ موصلی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے محمدؒ

بن ابوبکر مقدمیؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے یوسف بن یعقوبؒ نے بیان کیا۔ وہ شعبہؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ منصورؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت حسن بصریؒ سے۔ انہوں نے فرمایا:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی الصلوٰة. (کتاب القرأة ص ۷۵)

کہ...... واذا قرئ القرآن...... کا شان نزول نماز ہے۔

۱: حضرت حسن بصریؒ...... علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ وہ جامع کمالات، عالم بلند مرتبت، رفیع المنزلت، فقیہ، مامون، عابد، زاہد، وسیع العلم، فصیح وبلیغ، حسین اور جمیل تھے۔
(طبقات ج ۷ ص ۱۱۵)

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ علم کا سمندر، فقیہ النفس، کبیر الشان، عدیم النظیر اور بلیغ التذکیر تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۶۲)

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۶۱)

ابوبکر الہذلیؒ کا بیان ہے کہ جب تک وہ ایک سورۃ کی تفسیر اور شان نزول وغیرہ سے پوری طرح واقفیت حاصل نہ کر لیتے تھے، اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے۔ (شذرات ج ۱ ص ۱۳۷)

فقہ کے بہت بڑے امام تھے اور بصرہ کے مفتی اعظم تھے۔ قتادہؒ کا بیان ہے کہ حسن بصریؒ حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (طبقات ابن سعدؒ ج ۱ ص ۱۱۸ قسم اوّل)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ وہ الامام الفقیہ المشہور احد التابعین، الکبار الاجلاء اور علم وعمل اور اخلاص میں یکتا تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۲۶۸)

۲: یوسف بن یعقوبؒ...... امام ابن معینؒ، ابوداؤدؒ، یعقوب بن شیبہؒ اور خلیلیؒ سب ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابوحاتمؒ ان کو شیخ کہتے ہیں اور ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۳۰/ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ ...... نام رفیعؒ بن مہرانؒ (المتوفی ۹۳ھ)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں، ہم سے حافظ ابو عبداللہؒ نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے حافظ ابو علیؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے ابو یعلیؒ موصلی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے محمدؒ بن ابو بکرؒ مقدمی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے عبدالوہابؒ نے بیان کیا، وہ مہاجرؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابو العالیہ الریاحیؒ سے۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ جب نماز پڑھتے تو ساتھ ساتھ آپؐ کے حضرات صحابہؓ بھی قرأت کرتے تھے جب ...... واذا قرئ القرآن ...... الآیۃ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرامؓ نے خاموشی اختیار کر لی اور جناب رسول خدا ﷺ قرأت کرتے تھے۔ (کتاب القراۃ ص ۷۲)

اور مرسل معتضد بلا اختلاف حجت ہے۔

1: حضرت ابو العالیہؒ ...... امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں سے تھے۔ ابو القاسم طبریؒ کا بیان ہے کہ ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۵۱)

ابو بکرؒ بن ابی داؤدؒ کا بیان ہے کہ حضرات صحابہؓ کے بعد ابو العالیہؒ سے بڑھ کر عالم قرآن کوئی نہ تھا۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۵۸)

ابن حمادؒ ان کو مفسر قرآن لکھتے ہیں۔ (شذرات ج ۱ ص ۱۰۲)

علامہ ابن سعدؒ ان کو کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (طبقات ج ۷ ص ۸۵)

آنحضرت ﷺ کی وفات کے صرف دو سال بعد مسلمان ہوئے تھے اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے تھے اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور قرآن کریم حضرت ابیؓ بن کعب، حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ابن عباسؓ سے پڑھا تھا۔ اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ تین مرتبہ انہوں نے قرآن کریم حضرت عمرؓ پر پیش کیا تھا۔ (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۳۶۴ اور اسی کے قریب تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸۴ میں ہے)

2: عبدالوہابؒ ...... الحافظ الامام اور ثقہ تھے۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۵)

آخر عمر میں ان کے دماغ میں کچھ فتور آ گیا تھا۔ (تقریب ص ۲۴۹)

لیکن اس فتور کے زمانہ میں انہوں نے کوئی روایت بیان نہیں کی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۱)

۳: مہاجرؒ...... مہاجرؒ بن مخلدؒ کو امام ابن معینؒ صالح کہتے ہیں۔ محدث ساجیؒ ان کو صدوق کہتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ وہ معروف و مشہور تھے۔ ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔
(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۲۳/ احسن الکلام ص ۱۴۱)

عبید بن عمیرؒ (المتوفی ۷۴ھ)...... عطاؒ بن ابی رباحؒ (المتوفی ۱۱۴ھ)

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں، ہم سے حمید بن مسعدہؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے بشرؒ بن المفضلؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے جریریؒ نے بیان کیا، وہ طلحہؒ بن عبیدؒ بن کریزؒ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، میں نے عبیدؒ بن عمیرؒ اور عطاؒ بن ابی رباحؒ کو آپس میں باتیں کرتے دیکھا حالانکہ ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا، آپ ذکر کیوں نہیں سنتے اور کیوں وعید کے مستوجب ہو رہے ہیں؟ لیکن ان دونوں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر کہا، انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے سہ بارہ ان سے کہا مگر ان دونوں نے کہا:

انما ذالک فی الصلوٰۃ...... یعنی...... **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا.** (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۱۰/ ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۳)

یعنی جو آیت...... **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا......** تمہارے پیش نظر ہے اس کا شان نزول نماز ہے نہ کہ وعظ و عام تلاوت۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے باتیں کرنا اور قرأت کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ استماع و انصات کے خلاف ہے اور اس آیت کریمہ کا شان نزول ہی نماز ہے۔ خارج از نماز باتوں کو یہ شامل نہیں ہے۔

۱: عبیدؒ بن عمیرؒ...... علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ عالم، واعظ اور کبیر القدر تھے۔ (تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۴۸)

امام ابن معینؒ اور ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ ابن حبانؒ ثقات میں لکھتے ہیں۔ عجلیؒ ان کو ثقہ من کبار التابعین کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے اور ان کی تعریف کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج۶ ص۷۱)

۲: عطاءؒ ابن ابی رباحؒ...... ذہبیؒ ان کو مفتی اہل مکہ اور محدث القدوہ اور العلم لکھتے ہیں۔ (تذکرہ الحفاظ ج۱ ص۹۲)

ابن حبانؒ ان کو علم، فقہ، ورع اور فضیلت میں تابعین کے سردار لکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ ان کو ثبت حجۃ امام اور کبیر الشان لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۰۷)

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ وہ کبار اور ثقات و بلند پایہ تابعین میں سے تھے۔ دو سو صحابہؓ سے ان کی ملاقات ہوئی ہے۔ نیز ابن سعدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ، فقیہ، عالم اور کثیر الحدیث تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج۹ ص۳۰۶)

۳: حمیدؒ بن مسعدہؒ...... ابوحاتمؒ ان کو صدوق اور نسائیؒ ثقہ کہتے ہیں اور ابن حبانؒ ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۳ ص۴۹)

۴: بشرؒ بن المفضلؒ...... امام ذہبیؒ ان کو الامام الثقہ، الحافظ اور العابد کہتے ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ بصرہ میں تثبت ان پر ختم تھا۔ (تذکرہ ج۱ ص۲۸۴)

۵: جریریؒ...... علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ الحجہ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۴۶)

۶: طلحہؒ بن عبیدؒ...... امام احمدؒ اور نسائیؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں اور ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۵ ص۲۲/ احسن الکلام ج۱ ص۱۴۴)

حضرت محمدؒ بن کعب القرظیؒ (المتوفی ۱۸۸ھ)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں، ہم سے ابونصرؒ عمرؒ بن عبدالعزیزؒ بن عمرؒ بن قتادۃؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے ابومنصورؒ عباس بن الفضلؒ نضرویؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں، ہم سے احمدؒ بن نجدہؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے سعید بن منصورؒ نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں، ہم سے

ابومعشرؒ نے بیان کیا، وہ محمدؒ بن کعب (القرظی) سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرات صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے، جب آپ قرأت کرتے تھے تو وہ ساتھ ساتھ قرأت کرتے جاتے، اس پر سورۃ اعراف کی یہ آیت نازل ہوئی:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا......الآیة۔ (کتاب القرأۃ ص ۴۷) جو

کہ جب قرآن کریم کی قرأت کی جاتی ہو تو تم توجہ کرو اور خاموش رہو۔

۱: محمدؒ بن کعب القرضیؒ......ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ علم وفقہ میں مدینہ کے فاضل ترین علماء میں سے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۲۱)

امام نوویؒ لکھتے ہیں، وہ بڑے اور ائمہ تابعین میں سے تھے۔ (تہذیب الاسماء قسم اوّل ج۱ ص ۹۰)

حافظ عجلیؒ ان کو ثقہ، رجل صالح اور عالم قرآن کہتے ہیں۔ ابن سعدؒ ان کو ثقہ، عالم اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ عونؒ بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں نے تفسیر قرآن کا ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص ۲۴۰/تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۲۱)

علامہ ذہبیؒ ان کو مفسر قرآن لکھتے ہیں۔ (دول الاسلام ج۱ ص ۵۶)

حافظ ابن کثیرؒ ان کو عالم تفسیر قرآن، صالح اور عابد لکھتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۹ ص ۲۵۷)

جناب رسول خدا ﷺ نے ایک پیش گوئی فرمائی تھی کہ بنو قریضہ میں ایک شخص پیدا ہوگا جو فن تفسیر میں اپنی نظیر نہ رکھتا ہوگا۔ ائمہ کا خیال ہے کہ یہ محمدؒ بن کعب قرضی کے حق میں تھی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص ۲۴۰)

۲: ابونصرؒ......امام بیہقیؒ کے شیخ ہیں۔ ان کی سند سے ایک حدیث کی امام بیہقیؒ تصحیح کرتے ہیں۔ (دیکھئے سنن کبریٰ ج۲ ص ۱۶۹)

۳: ابومنصورؒ......ثقہ اور مشہور تھے۔ (تقریب ص ۱۹۱)

۴: احمد بن نجدہؒ......امام دارقطنیؒ ان کی توثیق کرتے ہیں اور ان پر کسی کی جرح منقول نہیں

ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ا ص ۵۸)

۵: سعید بن منصور ...... ابو حاتم ان کو ثقہ من المتقنین الاثبات کہتے ہیں۔ ابن نمیر اور ابن خراش ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ابن قانع ان کو ثقہ اور ثبت کہتے ہیں۔ خلیلی کہتے ہیں، ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۹/۹۰)

۶: ابو معشر ...... ابو معشر کو بعض محدثین روایت حدیث میں کمزور سمجھتے تھے مگر امام احمد ان کو صالح محلہ الصدق کہتے تھے۔ ابن معین کہتے ہیں، ان سے حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں۔ ابو زرعہ ان کو صدوق فی الحدیث کہتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں، ان سے بڑے بڑے ثقات نے روایات کی ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۹/ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰)

امام نعیم ان کو کیس اور حافظ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰)

علامہ ذہبی ان کو علم کا ظرف لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے ان سے احتجاج کیا ہے۔ (تذکرہ ج ا ص ۲۱۶)

حافظ ابن حجر ان کو ابو داؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ کا راوی بتاتے ہیں۔ (تہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۹)

ان کے متعلق یہ اختلاف صرف روایتِ حدیث کے بارے میں ہے۔ فنِ تفسیر میں وہ بلا اختلاف اور بلا مدافعت مسلم امام تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، امام علی بن المدینی اور عمرو بن علی الفلاس وغیرہ ائمہ کہتے ہیں کہ ابو معشر کی وہ روایات جو تفسیر کے سلسلہ میں ہیں اور خاص طور پر وہ جو محمد بن قیس اور محمد بن کعب سے نقل کرتے ہیں۔ وہ بلا چون و چرا صحیح، معتبر اور قابل حجت ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰/۴۲۱ از افادات شیخ التفسیر والحدیث علامہ محمد سرفراز خان صفدر عصر حاضر کے محقق و مدقق بلا مثل عالم ہیں)۔

مراسیل سے احتجاج

امام ابن جریر نے فرمایا کہ تابعین سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج

ہے۔تابعینؒ سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک ائمہ میں سے کسی نے مرسل کے قبول کرنے کا انکار نہیں کیا۔امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ گویا امام شافعیؒ ہی پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کا انکار کیا ہے۔ (تدریب الراوی ص ۱۲۰/ منیۃ الالمعی ص ۲۷/ توجیہ النظر ص ۲۴۵/ مقدمہ فتح الملہم ص ۳۴)

مراسیل کے ساتھ گذشتہ زمانہ میں علماء احتجاج کیا کرتے تھے۔مثلاً امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ جب امام شافعیؒ آئے تو انہوں نے مرسل کی حجیت میں کلام کیا۔(الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ ص ۱۰۶/ توجیہ النظر ص ۲۴۵)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب مرسل کے خلاف کوئی مسند حدیث موجود نہ ہو اور مسند اس باب میں نہ پائی جائے تو مرسل حجت ہوگی مگر متصل کی طرح قوی نہ ہوگی۔(رسالہ ابوداؤد ص ۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ مراسیل سے احتجاج اور عدم احتجاج کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بہرحال مراسیل کے قبول اور رد کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ مراسیل میں مقبول اور مردود اور موقوف سبھی اقسام ہیں۔سو جس کے حال سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہے تو اس کا مرسل قبول کیا جائے گا اور جو ثقہ اور غیر ثقہ سب سے ارسال کرتا ہے اور جس سے اس نے حدیث مرسل روایت کی ہے اس کا علم نہیں تو ایسی مرسل حدیث موقوف ہوگی۔اور جو مراسیل ثقات کی روایت کے خلاف ہو تو وہ مردود ہوں گے اور جب مرسل دو طریقوں سے مروی ہو، ایک مرسل الگ شیوخ سے اور دوسرا الگ سے تو یہ اس کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔کیونکہ عادتاً اس میں خطا اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

(منہاج السنۃ ج ۴ ص 117)

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔امام نوویؒ پہلے ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں جو مرسل کو قابل استدلال نہیں گردانتے۔آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرسل کے ساتھ کوئی تقویت کی چیز مل جائے تو وہ حجت ہوگا۔مثلاً یہ کہ وہ مسند بھی مروی ہو یا دوسرے طریق

سے وہ مرسل روایت کیا گیا ہو یا بعض حضرات صحابہ کرامؓ یا اکثر علماء نے اس پر عمل کیا ہو۔
(مقدمہ نوویؒ بر شرح مسلم ص ۱۷)

حضرت امام شافعیؒ نے یہ بحث اپنی کتاب الرسالہ فی اصول الفقہ ص ۶۳ طبع بولاق میں کی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مرسل معتضد کے حجت ہونے کے امام موصوف بھی قائل ہیں اور اس کی ان کے نزدیک چند شرطیں ہیں جن کا اختصار کے ساتھ امام نوویؒ نے تذکرہ فرمایا ہے۔ایک شرط یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے اعتضاد کے لئے یہ شرط زائد بیان کی ہے کہ وہ کسی صحابیؓ کے قول کے موافق ہو یا اکثر علماء نے اس کے مقتضیٰ پر فتویٰ دیا ہو۔

امام ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''التحقیق'' میں اور محدث خطیب بغدادیؒ اپنی تالیف ''الجامع فی آداب الراوی والسامع'' میں امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بسا اوقات حدیث مرسل مسند سے قوی تر ہوتی ہے۔

اور عہد حاضر کے محقق علامہ زاہد الکوثریؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ مرسل کے ساتھ احتجاج کرنا ایک ایسا متوارث طریق تھا جس پر قرون فاضلہ میں اُمت عمل پیرا رہی ہے۔امام ابن جریرؒ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مطلق مرسل کو رد کرنا بدعت ہے جو دوسری صدی کے آخر میں ایجاد ہوئی جیسا کہ علامہ باجیؒ نے اپنے اصول میں اور ابن عبد البرؒ نے تمہید میں اور ابن رجبؒ نے شرح علل ترمذی میں ذکر کیا ہے۔(تانیب الخطیب ص ۱۵۲ طبع مصر/احسن الکلام ج ا ص ۱۴۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ)

مسئلہ قرأۃ خلف الامام پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ امام کے جہر کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ پڑھے اور مقتدی سنیں۔یہی وجہ ہے کہ امام جہری نمازوں میں جب ''ولا الضالین'' پڑھتا ہے تو مقتدی بھی آمین کہتے ہیں اور سری نمازوں میں چونکہ مقتدی سنتے نہیں، اس لئے وہ آمین بھی نہیں کہتے۔اگر امام بھی قرأۃ کر رہا ہو اور مقتدی بھی پڑھتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ

امام کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو سناؤ جو اس کے لئے آمادہ نہیں اور ایسی قوم کو خطبہ اور وعظ کہو جو توجہ نہیں کرتی۔ اور یہ ایسی کھلی حماقت ہے جس سے شریعت مطہرہ کا دامن بالکل پاک ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص خطبہ امام کے وقت باتیں کر رہا ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لادا گیا ہو۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ کرتا ہو۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ج ۲ ص ۱۴۷)

شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ یعنی نہ گدھا کتابوں سے منتفع ہو سکتا ہے اور نہ مقتدی قرأۃ امام سے۔ غور کیجئے کہ کتنی نازک تشبیہ ہے کہ امام کے پیچھے قرأۃ کرنے والوں کو گدھے سے مثال دی گئی۔ قارئین کرام! اگر جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأۃ کرنے کی کچھ بھی اجازت ہوتی یا شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے خزانہ معلومات میں ممانعت پر کوئی وزنی دلیل اور اُمت کی اکثریت کی معیت نہ ہوتی تو یقیناً وہ کبھی ایسی نازک تشبیہ نہ نقل کرتے۔

ا: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ...... علامہ ذہبیؒ ان کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

"شیخ الاسلام العلامہ الحافظ الناقد المفسر المجتہد عالی قدر رئیس الزہاد یگانہ دوران بحر العلوم الزکی الشجاع السخی اور لکھے ہیں کہ مخالف اور موافق سب ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

(تذکرہ ج ۴ ص ۲۷۸/ احسن الکلام ج ۱ ص ۹۴)

حضرت امام بخاریؒ

فرماتے ہیں کہ آیت...... واذا قریٔ القرآن (الآیۃ)...... میں استماع اور انصات کا حکم ہے اور استماع کا تحقق صرف ان نمازوں میں ہو سکتا ہے جن میں قرأت سنی جا سکتی ہو اور سری نمازوں میں چونکہ قرأۃ سنی نہیں جا سکتی اس لئے ان میں مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی جائز ہو گی۔ لہٰذا آیت اپنے عموم پر باقی نہیں رہتی اور منکرین قرأت خلف الامام کا علی الاطلاق استدلال اس آیت سے صحیح نہ ہوا۔ (اوکما قال جزء القرأۃ ص ۹ اور یہی سوال امام بیہقیؒ نے کتاب القرأۃ ص ۷۶ میں کیا ہے)۔

استماع کا معنی

استماع کا معنی سننا نہیں بلکہ کان دھرنا اور توجہ کرنا ہے۔ قرأت سنی جاسکتی ہو یا نہ۔

۱: آنحضرت ﷺ کی عادت یہ تھی کہ جب بسلسلہ جہاد کسی قصبہ یا شہر پر حملہ کرنا چاہتے تھے تو:

وكان يستمع الاذان فان سمع اذانا امسک والااغار......

''پہلے توجہ کرتے اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ سے باز رہتے ورنہ ہلہ بول دیتے تھے۔''

(مسلم ص ۱۶۶/ ابوعوانہ ج ا ص ۳۳۵/ دارمی ص ۳۲۲/ طیالسی ص ۲۷۱)

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں۔ قطبی کا طالب علم بھی بخوبی اس امر سے واقف ہوگا کہ تقسیم الشئی الی نفسہ والی غیرہ محال ہے۔ اگر استماع اور سماع کا ایک ہی معنی ہو تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ اذان سنتے تھے، سو اگر آپ ﷺ سن لیتے تو حملہ نہ کرتے، والا حملہ کر دیتے تھے۔ جب پہلے اذان سن لی ہوتی تھی تو پھر اگر اذان سن لیتے کا کیا مطلب؟ استماع کا معنی کان دھرنا اور توجہ کرنا ہے۔ مطلب واضح ہے کہ آپ ﷺ پہلے کان دھرتے اور توجہ کرتے، توجہ کے بعد اگر اذان سن لیتے تو فبہا والا حملہ کر دیتے تھے۔

کتب لغت کا حوالہ

۲: صراح ص ۳۱۲ میں لکھا ہے، استماع گوش داشتن...... کان دھرنا اور توجہ کرنا۔

۳: لغت کے امام ثعلب ؒ سے روایت ہے۔ واذاقرئ القرآن (الآیۃ) کا یہ مطلب نقل کیا گیا ہے کہ:

قال ثعلب ؒ معناہ اذاقرا الامام فاستمعوا الی قرائتہ ولا تتکلموا۔ (تاج العروس ج ا ص ۵۹۱)

''ثعلب ؒ کہتے ہیں کہ استماع کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کی قرأت کی طرف توجہ کرو اور بولو مت۔''

۴: اور امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ ...... والاستماع الاصغآء......

استماع کا مطلب ہے کان دھرنا اور توجہ کرنا ہے۔ (مفردات ص ۲۴۲)

۵: اور مختار الصحاح میں ہے...... واستمع له ای اصغیٰ...... کہ استمع لہ کا یہ معنی ہے کہ اس نے توجہ کی اور کان دھرے۔

۶: منجد اور قاموس میں ہے...... استمع له واليه اصغی ...... استمع لہ اور الیہ کا ایک ہی مطلب ہے کہ اس نے توجہ کی اور کان دھرے۔ (منجد ص ۳۶۲/ قاموس ج ۳ ص ۴۱)

۷: امام نوویؒ لکھتے ہیں...... الاستماع الاصغاء...... (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۴)

کہ استماع کا معنی توجہ کرنا اور کان دھرنا ہے۔

۸: امام رازیؒ لکھتے ہیں...... لان السماع غیر والاستماع غیر ...... (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۰۴)

سماع اور چیز ہے اور استماع اور ہے۔

ان تمام پیش کردہ اقتباسات سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ استماع اور سماع دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور استماع کا معنی کان دھرنا اور توجہ کرنا ہے، اس میں سننے کا معنی ملحوظ نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت کو صرف جہری نمازوں کے ساتھ مخصوص کر دینا باطل ہے بلکہ یہ آیت سری اور جہری ہر قسم کی نمازوں کو شامل ہے اور سماع قرأت ترک قرأت کی علت نہیں۔

انصات کا معنی

انصات کا معنی ہے ''خاموش بودن''۔ (صراح ص ۶۹)

قاموس (ج ۱ ص ۹۲) میں ہے...... انصت سکت...... یعنی انصات کا معنی خاموش ہونا ہے اور یہی معنی مغرب (ج ۲ ص ۲۱۲) اور منجد (ص ۸۸۳) وغیرہ کتب لغت میں آئے ہیں۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں...... الانصات السکوت...... کہ انصات کا معنی سکوت کرنا اور خاموش رہنا ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳)

امام بیہقیؒ لکھتے ہیں......اذلا فرق بین السکوت والانصات عند العرب......

(کتاب القرأۃ ص ۸۴)

اہل عرب کے نزدیک سکوت اور انصات میں کوئی فرق نہیں ہے اور مختار الصحاح میں ہے کہ:

الانصات السکوت والاستماع انصته وانصت له. (ص ۵۸)

''انصات کا معنی خاموش رہنا اور کان دھرنا ہے۔ لام کے ساتھ ہو یا بدون لام دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔''

اور منجد میں ہے کہ:

انصت وانتصت له سکت مستمعاً لحدیثه. (ص ۸۸۴)

''انصت وانتصت له کا معنی یہ ہے کہ اس کی بات کے لئے توجہ کرتے ہوئے خاموش ہو گیا۔''

اور تاج العروس میں ہے کہ:

وانصته وانصت له اذا سکت له مثل نصحه ونصح له وانصته وانصت له مثل نصحته ونصحتُ له والانصات هو السکوت والاستماع للحدیث یقال انصته وانصت له. ص ۵۹۱ ج ۱

''انصته وانصت له کا معنی ایک ہی ہے کہ اس کے لئے خاموش ہو گیا جیسے نصحه اور نصح له کا ایک ہی مطلب ہے اور انصات کا معنی سکوت اور بات کی طرف توجہ کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ انصته وانصت له۔''

امام ابوبکر الرازیؒ لکھتے ہیں کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت وجوب انصات پر دلالت کرتی ہے جب کہ امام قرأت کر رہا ہو، جہر سے قرأت کرے یا آہستہ اور اہل لغت کہتے ہیں کہ انصات کا معنی کلام سے رک جانا اور قرأت کی توجہ کے لئے خاموش رہنا ہے اور پڑھنے والا کسی صورت میں منصت اور ساکت نہیں ہو سکتا کیونکہ سکوت کلام کی ضد ہے اور سکوت کا یہ معنی ہے کہ زبان کو کلام کے لئے حرکت نہ دی جائے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹/ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۹۸)

سکوت کا معنی

4 امام اللغۃ والادب ابوعبداللہ الحسین بن احمد المعروف بابن خالویہ (المتوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

نزف الرجل اذا انقطعت حجته عند المناظرة وسکت واسکت مثله.

(اعراب ثلثین من القرآن ص ۷۶)

یعنی مناظرہ کرتے وقت جب کوئی آدمی بالکل لاجواب ہو کر خاموشی اختیار کر لیتا ہے تو اس پر نزف کا لفظ اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی اپنے کلام کو منقطع کر دیتا ہے تو اس پر سکت اور اسکت بولا جاتا ہے۔

منجد ص ۳۵۲ اور قاموس ج ۱ ص ۹۲ میں لکھا ہے:

اسکت انقطع کلامه فلم یتکلم.

کہ سکوت کا معنی یہ ہے کہ کلام بالکل ترک کر دیا اور کوئی بات نہ کی۔

مجمع البحار ج ۲ ص ۱۲۵ میں اس کی تصریح یوں کی ہے:

جریٰ الوادی ثلاثاً ثم سکت ای انقطع.

یعنی تین دن تک سیلاب چلتا رہا پھر بالکل رک گیا۔

امام راغب اصفہانی (المتوفی ۵۰۳ھ) لکھتے ہیں:

السکوت مختص بترک الکلام. (مفردات ص ۲۲۵)

سکوت ترک کلام کے ساتھ مختص ہے۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

لان السکوت عدمی معناه لم یقل شیئاً ولم ینقل امراً ولم یتصرف فی قول ولا فعل ولا شک ان هذا المعنی عدمی محض. (مناظرات امام رازی ص ۳۵)

سکوت عدمی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے کچھ بھی نہیں کھایا نہ کوئی بات نقل کی ہے اور نہ کسی قول اور فعل میں تصرف کیا ہے اور اس کی عدمی محض ہونے میں کیا شک اور شبہ ہوسکتا ہے؟

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ ان منقول حوالوں سے یہ بات قطعیت کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے کہ بغیر مکمل خاموشی کے انصات اور سکوت اور اسکات کا مفہوم کسی طرح بھی محقق نہیں ہوسکتا ہے اور جو لوگ جہری یا سری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی کے لئے قرأت تجویز کرتے ہیں، وہ کسی طرح انصات پر عامل نہیں تصور کئے جاسکتے اور یہ بھی وضاحت کے ساتھ عرض کیا جاچکا ہے کہ استماع کا معنی کان دھرنا اور توجہ کرنا ہے، سننا اس کے مفہوم میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے سری اور جہری کا سوال اٹھانا محض بے جا اور دور از کار بحث ہے۔

آہستہ پڑھنا بھی انصات اور استماع کے سراسر منافی ہے

جو حضرات بحالت اقتداء امام کے پیچھے آہستہ قرأت تجویز کرتے ہیں اور اس کو انصات اور استماع کے منافی نہیں سمجھتے، وہ غلطی پر ہیں۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے اور آنحضرت ﷺ کو قرآن کریم پڑھاتے تو آپ ﷺ بھی آہستہ آہستہ ساتھ پڑھتے جاتے کہ مبادا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد میں بھول نہ جاؤں اور...... کان یحرک شفتیہ...... آپ آہستہ آہستہ ہونٹ مبارک ہلاتے جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہ آیا کہ آپ قرأت قرآن کے وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیں اور یہ حکم نازل ہوا...... لاتحرک بہ لسانک...... کہ آپ اپنی زبان تک کو حرکت نہ دیں۔...... فاستمع لہ وانصت...... (بخاری ج ۱ ص ۳/ مسلم ج ۱ ص ۱۸۴/ طیالسی ص ۳۴۳)

سو آپ کان دھریں اور پوری طرح توجہ کریں اور مکمل خاموشی اختیار کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا زبان کو حرکت دینا اور ہونٹ ہلانا استماع اور انصات کے بالکل منافی ہے۔ اس لئے تو آپ کو تحریک لسان اور تحریک شفتین سے بھی منع کیا گیا حالانکہ آپ آہستہ ہی پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے...... واذکر ربک فی نفسک...... (الآیۃ)

سے آہستہ قرأت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وھذا بعید مناف للانصات المأمور بہ. (تفسیر ابن کثیر مع المعالم ج ۳ ص ۶۲۶/ وبغیرہ ج ۲ ص ۲۸۱)

یہ معنی حق اور انصاف سے بعید اور انصات مأمور بہ کے قطعاً اور سراسر منافی اور مخالف ہے۔

حضرات! آفتاب نیم روز کی طرح یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مقتدی کے لئے سری اور جہری کسی بھی نماز میں قرأت کرنا استماع انصات اور سکوت کے منافی ہے۔ (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۰۰)

قرأت خلف الامام اور علامہ آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ)

واذ قریٔ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون......

اور یہ آیت حضرت ابو حنیفہؒ کی دلیل ہوئی کہ مقتدی سری اور جہری کسی نماز میں بھی قرأت نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ آیت نماز اور غیر نماز دونوں میں قراۃ قرآن کے وقت وجوب استماع کا تقاضا کرتی ہے اور غیر نماز میں جواز استماع اور ترک دونوں کے لئے دلیل قائم ہے۔ سو نماز میں انصات جہر اور اخفاء دونوں میں اپنی حالت پر رہے اور اس کی تائید ایک بڑی جماعت کی روایات سے ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

سو عبدؒ بن حمیدؒ اور ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ اپنی سنن میں حضرت مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاریؓ نے ایک نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت پڑھی سو یہ آیت نازل ہوئی کہ:

واذ قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا......

"کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ ہو جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔"

اور ابن ابی شیبہؒ نے زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کے لئے قرأت نہیں ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسی طرح ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تحقیق امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت پڑھے تو تم چپ اور خاموش رہو۔

ابن جریرؒ وغیرہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ نماز پڑھی، سو کچھ لوگوں سے سنا کہ آپؐ کے پیچھے قرأت پڑھ رہے ہیں۔ پس آپؐ نے نماز کے بعد فرمایا، تم ابھی تک نہیں سمجھے، تم ابھی تک عقل نہیں رکھتے کہ...... واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا (الایة)...... جب قرآن پڑھا جاتا ہو تو تم کان لگا کر سنو اور خاموش ہو جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسی طرح ابن ابی شیبہؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت، مقتدی کی قرأت ہے۔

امام آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جب صحیح ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

فاقرأوا ما تيسر منه......

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد:

لاصلوٰۃ الا بقرأت......

کے عموم میں واجب ہے کہ خصم کے طریق پر بالکل تخصیص ہو سو مقتدی اس سے بے شک

نکل گیا۔

اور ہمارے طریق پر بھی مقتدی اس سے خارج ہے کیونکہ اس عموم سے بعض کی تخصیص اجماعاً ہوئی ہے اور وہ ہے رکوع میں امام کو پالینا، سو اس کے بعد مقتدی کی تخصیص حدیث مذکور سے جائز ہوگی۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۵۱/ مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

تاہم غلطی کرنے والے منفرد سے آپؐ نے فرمایا کہ تکبیر کے بعد...... **ثم اقرا ما تیسر معک من القرآن**...... پھر پڑھ جو تیرے پاس آسان ہو قرآن سے۔ یہ فرمانا حالت اقتداء میں نہیں بلکہ حالت انفراد میں ہے لہٰذا تمام ادلہ میں موافقت پیدا ہوگئی۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۱۵۱)

(احقر)

اور یہ حدیث صحاح ستہ میں مکرر ہے۔

بلکہ حقیقت میں یوں کہا جاتا ہے کہ مقتدی کی قرأت شرعاً ثابت ہے اس لئے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ سو اگر مقتدی قرأت کرے تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہوئیں اور یہ مشروع نہیں۔

اور باقی اس حدیث کی تصحیح میں کلام۔ سو یہ حدیث متعدد طریقوں سے حضرت جابرؓ نے نبی کریم ﷺ سے مرفوع روایت کی ہے اور اس کی تضعیف بھی کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ تضعیف کرنے والوں نے اس حدیث کو مرفوع بھی قرار دیا ہے جیسا کہ دار قطنیؒ اور بیہقیؒ اور ابن عدیؒ کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لئے کہ حفاظ مثلاً سفیانینؒ اور ابوالاحوصؒ و شعبہؒ و اسرائیلؒ، و شریکؒ و جریرؒ اور ابوالزبیرؒ و عبد بن حمیدؒ اور بہت حضرات نے حضرت موسیٰؒ بن ابی عائشہؒ سے، انہوں نے عبداللہ بن شدادؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ سو انہوں نے اس حدیث کو مرسل قرار دیا ہے اور حضرت ابوحنیفہؒ نے بھی بعض دفعہ مرسل ذکر کیا ہے۔

اور اسی صورت میں ہم کہیں گے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے۔ سو ہماری منشا کے مطابق عمل کے لئے یہ ہمارے لئے کافی ہے اور علیٰ طریق الالزام سو مرسل کے حجت ہونے پر ہمارے پاس دلیل بھی ہے اور اگر مرسل کے حجت ہونے سے ہم تنزل کرے تو امام اعظمؒ

نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ مرفوع بھی ذکر کیا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

امام محمدؒ بن الحسنؒ موطا میں فرماتے ہیں:

قال انبأنا ابو حنیفةؒ حدثنا ابو الحسنؒ موسیٰؒ بن ابیؒ عائشه عن عبداللہؓ بن شداد عن جابر بن عبداللہ عن النبی ﷺ قال من صلّٰی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة.

"کہ مجھے خبر دی ابو حنیفہؒ نے، ان کو ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہؒ نے اور انہوں نے عبداللہؓ بن شدادؒ سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔"

امام آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ معترضین کا کہنا کہ یہ مرفوع نہیں، یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

تحقیق احمدؒ بن منیعؒ نے اپنی مسند میں فرمایا ہے کہ مجھے خبر دی اسحٰق ازرقؒ نے کہ مجھے بیان کیا سفیانؒ اور شریک نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اور وہ عبداللہ بن شداد سے اور وہ جابرؓ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأۃ اس کی قرأۃ ہے۔ (التعلیق الصبیح للشیخ محمد ادریسؒ ج ۱ ص ۴۹۹ / روح المعانی ج ۴ ص ۱۵۱ / مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

حدیث نبوی ﷺ

پھر فرمایا کہ مجھے بیان کیا جریرؒ نے موسیٰؒ سے، وہ عبداللہؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے یہی فرمایا۔ لیکن اس حدیث میں حضرت جابرؓ کا ذکر نہیں فرمایا اور اس کو روایت کیا عبد بن حمیدؒ نے کہ

مجھے بیان کیا ابو نعیمؒ نے کہا کہ مجھے بیان کیا حسنؒ بن صالح نے، وہ ابو الزبیرؒ سے، وہ حضرت جابرؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے یہی فرمایا۔ (مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

امام آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی پہلی حدیث شیخینؒ کی شرط پر ہے اور ثانی مسلم کی شرط پر۔ سو یہی ہیں سفیانؒ اور شریکؒ اور جریرؒ اور ابو الزبیرؒ کہ انہوں نے اس حدیث کو مرفوع ذکر کیا ہے۔ سو معترضین کا دعویٰ عدم رفع کا باطل ہوا۔ اور اگر ثقہ راوی تفرد کرے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے کیونکہ رفع زیادت ہے اور ثقہ کی زیادت قبول ہے پس اگر اکیلا نہ ہو۔ (بلکہ تفرد والے کئی ہوں تو اور بھی تقویت ہو گئی)۔ اور ثقہ راوی کبھی حدیث کو مسند ذکر کرتے ہیں اور کبھی مرسل اور اس حدیث کو ابن عدیؒ نے امامؒ سے اس کے ترجمہ میں قصہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس حدیث کو معہ قصہ کے ابو عبداللہ الحاکم نے ذکر کر کے کہا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

کہ مجھے بیان کیا ابو محمدؒ بن بکرؒ بن محمدؒ بن حمدان صیرفیؒ نے، کہا مجھے بیان کیا عبدالصمد بن الفضل البلخیؒ نے، کہا مجھے بیان کیا مکی بن ابراہیمؒ نے ابو حنیفہؒ سے، انہوں نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے، انہوں نے عبداللہ بن الشداد بن الہادؒ سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے ایک صاحب قرأۃ کر رہے تھے سو ایک صحابیؓ نے اس کو قرأت سے روکا۔ پس نماز کے بعد وہ صاحب اس صحابیؓ پر متوجہ ہو کر کہا کہ تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت پڑھنے سے روکتا ہے۔ سو دونوں کا تنازعہ ہو کر نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا۔ سو آپ ﷺ نے فرمایا:

من صلیٰ خلف الامام فان قرأۃ الامام له قرأۃ......

"کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔"

اور حضرت ابو حنیفہؒ کی ایک روایت میں یہ قصہ ظہر اور یا عصر کا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ظہر یا عصر میں قرأۃ پڑھ رہے تھے۔ سو ایک شخص نے اشارے سے روکا۔ سو نماز

کے بعد اس نے کہا، کیا تو مجھے روکتا ہے الحدیث۔

اور امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر (۷۰) بدری صحابہؓ پالئے کہ وہ سب مقتدی کو قرأت خلف الامام سے روکتے تھے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۱۵۲)

اور ابو عبداللہ علامہ قرطبی الانصاریؒ آیت...... **واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا** ...... کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ خطبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ قول سعید بن جبیرؒ و مجاہدؒ و عطاءؒ و عمروؒ ابن دینارؒ و زید بن اسلمؒ و قاسمؒ بن مخیمرہ و مسلم بن یسارؒ و شہر بن خوشبؒ و عبداللہ بن مبارکؒ کا ہے۔ پھر خود فرماتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ خطبہ میں قرآن قلیل ہے اور انصات سب میں واجب ہے اور یہی ابن العربی النقاشی (المتوفی ۵۴۳ھ) کا قول ہے اور بے شک آیت مکی ہے اور مکۃ المکرمہ میں خطبہ اور جمعہ نہ تھا۔ (ھکذا فی التعلیق ج ۱ ص ۲۹۸ لشیخنا علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ)

اور امام طبریؒ نے سعید بن جبیرؒ سے بھی روایت کی ہے کہ یہ انصات یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر اور یوم الجمعہ اور جہاں امام جہر کرتا ہے۔ سو یہ عام ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس میں تمام وہ جمع ہو گئے جس کو اس آیت اور سنت وغیرہ نے انصات میں جمع کر دیا ہے۔ (تفسیر قرطبی احکام القرآن ج ۷/۸ ص ۳۰۹)

اور قاضی ابو السعودؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس پر ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے استماع میں ہے اور روایت کی گئی ہے کہ صحابہؓ (شروع میں) نماز کے اندر باتیں کرتے تھے۔ سو امام کی قرأت کے لئے ان کو استماع اور انصات کا حکم کیا گیا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرض نماز میں قرأت فرمارہے تھے اور صحابہ کرامؓ نے بھی پیچھے سے قرأت شروع کی سو یہ آیت نازل ہوگئی اور خارج از صلوٰۃ سو عام علماء استحباب کے قائل ہیں۔ (تفسیر ابی السعود ج ۳ ص ۲۷ قاضی ابو السعود محمد بن محمد بن المصطفیٰ العمادی الحنفی المتوفی ۹۸۷ھ)

اور علامہ شوکانی ؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر خاص ہے نماز کے وقت کے ساتھ جب کہ امام قرأت میں مصروف ہو اور مخفی نہیں کہ لفظ میں اس سے زیادہ وسعت ہے اور عام اپنے سبب پر کوتاہ نہیں ہوتا۔ سو استماع اور انصات قرأت قرآن کے وقت ہر حالت میں ہوگا۔ (تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۸۰۴ الامام العلامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی ؒ المتوفی ۱۲۵۰ھ)

ابتدا اسلام میں نماز کے اندر باتیں، سلام، قرأت خلف الامام سب کو جائز تھا

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ ؒ نے اپنی مصنف میں اور ابن جریر طبریؒ اور ابن منذرؒ اور ابن ابی حاتمؒ اور ابوالشیخؒ اور ابن مردویہ ؒ اور بیہقی ؒ نے اپنی سنن میں ابو عیاض ؒ کی سند سے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نماز میں باتیں کرتے تھے سو یہ آیت نازل ہوگئی اور آپؓ سے دوسری روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اونچی آواز سے ممانعت میں آئی۔

حدیث نبوی ﷺ

اور ابن ابی حاتم ؒ اور ابن مردویہ ؒ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں نے سلام کیا۔ سو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور اس سے پہلے آدمی اپنی نماز میں باتیں کرتا تھا اور اپنی حاجت کے لئے کہہ بھی دیتا۔ سو جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے حکم فرماتے ہیں اور یہ آیت نازل ہوگئی:

واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون......

اور ابن جریرؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے تخریج کر کے فرمایا کہ ہم ایک دوسرے پر نماز میں سلام کہتے تھے سو...... فاستمعوا وانصتوا...... نازل ہوئی۔

حدیث نبوی ﷺ

ابن مردویہؒ اور بیہقیؒ اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس نبی کریم ﷺ نے نماز میں باتوں سے منع فرمایا اور عبدالرزاقؒ اور عبد بن حمیدؒ اور ابوالشیخؒ اور ابن جریرؒ اور بیہقیؒ حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ شروع سے نماز میں باتیں کرتے تھے۔ کوئی آدمی آجاتا اور صحابہؓ نماز میں ہوتے تو ساتھی سے پوچھتے، کتنی رکعات ہو گئیں تو جواب میں کہہ دیتا اتنی اتنی۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ سو حکم دیا گیا استماع اور انصات کا۔

اور عبد بن حمیدؒ، ضحاکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہؓ نماز میں باتیں کرتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت قاضی ثناء اللہؒ فرماتے ہیں۔ سو یہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ نماز میں کلام سے ممانعت اس آیت سے ہوئی۔ سو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اور ایک روایت میں احمد بن حنبلؒ بھی کہ نماز میں کلام چاہے قصداً ہو یا ناسیا اور یا سہو ہو کر اور یا جہر کے ساتھ اور یا تحریم سے جاہل تھا، قلیل ہو کثیر اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ البتہ سلام ناسیا مبطل نہیں ہے۔

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۴۸)

اور امام محی السنۃ بغویؒ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں سے سنا کہ وہ امام کے ساتھ قرأت پڑھ رہے ہیں۔ سو جب نماز پوری کی تو فرمایا کہ تم ابھی تک نہیں سمجھے...... واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا ...... کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہو تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا ہے۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں، یہ حضرت حسنؒ اور امام زہریؒ اور امام نخعیؒ کا قول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأۃ خلف الامام کے متعلق ہے۔

امام بغویؒ فرماتے ہیں، یہ اولیٰ ہے اس سے کہ یہ آیت انصات فی الخطبہ کے متعلق ہو۔

کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور جمعہ مدینہ میں واجب ہوا ہے۔ اور شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ امام بیہقیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے اور حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں قرأت فرما رہے تھے سو آپؐ نے ایک انصاری نوجوان کی قرأت سنی تو یہ آیت نازل ہوگئی۔ (التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۴۹۰)

واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا ......

قاضی محمد ثناء اللہ العثمانی پانی پتیؒ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۵۰۔ اور ہمارے حنفیہ حضرات نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اور سعید بن مسیبؒ اور محمد بن کعبؒ اور امام زہریؒ اور ابراہیمؒ اور حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے۔ شرح الکبیر اور امام بیہقیؒ مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے سو ایک انصاری نوجوان کی قرأت سنی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (التعلیق الصبیح لشیخنا علامہ محمد ادریس کاندھلوی ج ۱ ص ۴۹۰)

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس نے بھی قرآن سنا تو اس پر استماع سننا اور انصات خاموشی واجب ہے اور یہ آیت...... **واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا**...... قرأت خلف الامام کے حق میں نازل ہوگئی ہے۔ (مظہری ج ۳ ص ۴۵۱)

اور ہر چند مقتدی سے قرأت خلف الامام کے سقوط کی وجہ سو یہ حدیث ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

حضرت جابرؓ حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس کے لئے امام ہو سو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (احمدؒ، دار قطنیؒ، تفسیر مظہری)

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ شروع شروع میں جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم لائے، ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلدا سے یاد کر

لیں اور سیکھ لیں مبادا حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے جائیں اور وہ پوری طرح محفوظ نہ ہو سکے۔ ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں پوری طرح سننے اور سمجھنے میں دقت ہوتی تھی۔ ارشاد ہوا کہ آپؐ ہمہ تن متوجہ ہو کر سنیں جس وقت حضرت جبرائیل پڑھیں آپؐ اس وقت خاموش ہو کر توجہ کریں اور سنیں اور زبان مبارک کو حرکت نہ دیں۔ قرآن کریم کا حرف بحرف جمع کرنا اور آپ کی ذات سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ آیات ملاحظہ کریں:

لا تحرک به لسانک لتعجل به...... ان علینا جمعه و قر آنه...... فاذا قر اناه فاتبع قر انه...... ثم ان علینا بیانه...... (سورۃ قیامۃ پ۲۹)

''نہ حرکت دیجئے قرآن کے پڑھنے میں اپنی زبان کو تا کہ آپ جلدی اس کو سیکھ لیں۔ اس کا جمع کرنا اور اس کا (آپ کی زبان سے) پڑھانا ہمارے ذمہ ہے اور جب ہم (بزبان فرشتہ) پڑھیں تو آپؐ ان کے پڑھنے کی اتباع کریں پھر ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا۔''

(اور امام بخاریؒ...... **فاذا قر اناه فاتبع قر انه** ...... کی تفسیر میں ابن عباسؓ کی روایت سے یوں ارشاد فرماتے ہیں...... **فاستمع و انصت** ...... کہ کان لگا کر سنیں اور خاموشی اختیار کر لیں۔ (بخاری ج اص ۳ و ج ۲ ص ۱۱۲۲) اور ایک جگہ بخاری شریف میں فاعمل ہے کہ سننے کے بعد عمل کریں اور مفسرین کرامؒ نے بھی...... **فاستمع و انصت** ...... سے یہی معنی کیا ہے تو جب قرآن کی مراد معلوم ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ کی روایت میں...... **و اذا قرا فانصتوا** ...... میں کیا اشکال رہا۔ احقر)۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم و تدریس اور تلاوت کے وقت سامعین کو خاموش رہ کر پوری دلجمعی اور توجہ کے ساتھ قاری اور تالی کی قرأت سننی چاہئے کیونکہ قرآن کریم کے آداب اور اتباع اور اس کی تعظیم و تکریم کا یہی واضح پہلو ہے۔

ابن کثیرؒ

حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم دی گئی ہے کہ فرشتہ سے وحی کس کیفیت سے حاصل کرنی ہے کیونکہ آپؐ وحی کے لینے میں جلدی کرتے اور فرشتہ سے اس کی قرأت میں مسابقت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ جب فرشتہ وحی لائے تو آپؐ توجہ فرمائیں اور قرآن پاک کو آپؐ کے سینہ میں محفوظ کردینے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھالیا ہے۔ (تفسیر ج۴ ص ۴۴۹)

اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ اس آیت کے نزول سے پہلے اس طرح پڑھنے کو خلاف ادب نہ سمجھتے تھے لیکن آپؐ پر واضح کردیا گیا کہ آپ کا کام استماع ہے، ساتھ ساتھ پڑھنا نہیں ہے۔ باقی حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہمارے مطلب کے خلاف نہیں ہے کیونکہ آپؐ اسی خیال سے پڑھتے تھے کہ مبادا بھول نہ جاؤں (شوق وعشق ہے) سو آپؐ پر منکشف کردیا گیا کہ آپ بھولیں گے بھی نہیں اور اس طرح قرآن کریم کا ادب بھی ملحوظ رہے گا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ان الفاظ سے خطاب فرمایا ہے۔

ارشادِ ربانی

ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضیٰ الیک وحیہ وقل رَبّ زدنی علماً. (طٰہٰ ۱۱۴)

اور آپ جلدی نہ کریں قرآن کے لینے میں جب تک پورا نہ ہوجایا کرے اس کا اترنا اور کہئے اے رب زیادہ کر علم میرا اور سمجھ۔

(پس علم کی عظمت اور خوبیوں سے بے بہرہ جُہال لوگ، حق پرست علماء، علوم وفنون اور قرآن وحدیث کے ماہرین سے جل اٹھ کر عوام سے چھٹکارہ کے لئے یوں کہتے ہیں کہ یہ 14 علوم شیطان نے پڑھے ہیں۔ احقر)

یہ آیت بھی اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ تلاوت اور قرأت قرآن کریم کے

وقت سامعین کو پورے تدبر اور انہماک کے ساتھ قرآن سننا چاہئے اور خود ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش اور کاوش نہیں کرنی چاہئے۔

جنات کا تذکرہ

بعثت محمدی ﷺ سے پہلے جنوں کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ پر وحی آنا شروع ہوئی تو وہ سلسلہ بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب کی مار پڑنے لگی۔ جنوں کو خیال ہوا کہ ضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت زیادہ سخت پہرے بٹھلائے گئے ہیں۔ اسی کی تلاش و جستجو کے لئے جنوں کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ ان میں سے ایک جماعت بطن نخلہ (مکہ مکرمہ کے پاس ایک مقام کا نام ہے) کی طرف سے گزری، وہاں اتفاق سے اس وقت آنحضرت ﷺ اپنے چند اصحابؓ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اس ٹکڑی کا رخ قرآن کریم سننے کے لئے ادھر پھیر دیا۔ قرآن کریم کی آواز ان کو بہت عجیب اور موثر و دلکش معلوم ہوئی اور اس کی عظمت اور ہیبت دلوں پر چھا گئی۔ آپس میں کہنے لگے کہ چپ رہو اور خاموشی کے ساتھ یہ کلام پاک سنو۔ آخر قرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا، وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ نئی چیز ہے جس نے جنوں کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔

بہر حال جب آنحضرت ﷺ قرآن کریم پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ لوگ اپنے دلوں میں ایمان و یقین کا موجزن سمندر لے کر واپس ہوئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی جس کی پوری تفصیل سورۂ جن میں کی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ کو بھی اسی سورۃ کے ذریعہ سے ان کا پورا قصہ اور واقعہ بتلایا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

واذصرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین......

(پ۲۶ احقاف۴)

''اور جب متوجہ کر دیا ہم نے جنوں کا ایک گروہ آپ کی طرف وہ سننے لگے قرآن پھر جب وہاں پہنچے بولے چپ اور خاموش رہو پھر جب قرآن ختم ہوا تو اپنی قوم کی طرف چلے گئے تا کہ ان کو خدا تعالیٰ کی مخالفت اور عذاب سے ڈرائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں جنوں کے اس گروہ کی تعریف بیان کی ہے کہ انہوں نے (ادبا) نہ صرف یہ کہ پوری توجہ کئے خاموش رہ کر قرآن کریم کی قرأت سنی بلکہ اس کار خیر پر دوسروں کو بھی آمادہ کیا اور مرد مؤمن کی بھی یہی عادت اور خصلت ہونی چاہئے کہ قرأت قرآن کے وقت خود چپ رہے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے۔

اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کے ایک بڑے منصوبے کا تذکرہ یوں کرتا ہے اور اسؒ کے بعد ان کو سزا کا مستوجب قرار دیتا ہے۔

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھٰذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون......

(حٰم سجدہ پ ۲۴)

''اور کافروں اور منکروں نے کہا اس قرآن کے سننے کے لئے کان مت دھرو اور قرأۃ قرآن کے وقت شور و غل مچاؤ تا کہ تم غالب ہو جاؤ۔''

حضرت شیخ فرماتے ہیں، اگر چہ مشرکین کا قرآن کریم کو سننا اور قرأت کے وقت شور و غل مچانا معاندانہ اور مخالفانہ طور پر تھا اور حضرات مجوزین قرأۃ خلف الامام کو قرآن کریم سے یقیناً عداوت اور عناد نہیں ہوتا اور نہ ان کا پڑھنا من کل الوجوہ ان کافروں کے شور و غل کے برابر ہے اور گو وہ از روئے دیانت پڑھتے ہیں لیکن دیکھنا صرف یہ پہلو ہے کہ قرآن کریم کی قرأت اور تلاوت کے وقت خود پڑھنا کیا باعث مخالجت و منازعت اور تشویش و ہاتھا پائی کا سبب ہے یا نہیں؟ اگر ایسا ہے اور یقیناً ہے تو ایسے موقع پر خود قرآن کریم کا پڑھنا آداب قرآن کریم کے خلاف ہے اور موجب تشتتِ افکار ہو گا لہٰذا حق اور صواب یہی ہے کہ تلاوت قرآن کریم کے وقت خاموش رہ کر اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔ (سو کسی کا یہ کہنا کہ جن باتوں کی شریعت نے اجازت دی ہے وہ کیوں بے ادبی ہو) تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امامؒ کے ساتھ ساتھ

قرأت کرنے کا کسی شرعی دلیل سے ثبوت نہیں ہے اور یہ خلاف اجماع ہے۔ (گو سری میں اختلاف ہے)۔

آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ کا ارشاد

قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ان جاہل کافروں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا یہ حال ہے کہ وہ قرآن کی قرأت کے وقت خاموشی اور سکوت اختیار نہیں کرتے اور شور وغل مچاتے ہیں۔ (احقر نے اوگی میں نصف صدی قرآن کا درس دیا تو بڑے مسلمان مولویوں سمیت چھوٹوں سے کہتے تھے کہ شوروغل کرو اور ریڈیو اونچی آواز سے لگاؤ تا کہ اس کا درس لاؤڈ سپیکر پر کوئی نہ سنے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ احقر)۔ ایک دفعہ میں نے ایسے جاہلوں کو بہت سمجھایا مگر جہالت اور بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نئے ریڈیو کو جو وہ اس قرآن کے وقت اونچی آواز سے لگائے ہوئے تھے، ٹیبل کے اوپر ہی دو ٹکڑے کر کے نیچے گرا دیا۔ اس کے بعد پھر خود معتقد ہو گئے، کوئی اندھا اور کوئی سو گئے۔ (احقر)

اور مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت نازل کی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۹ مع العالم)

حافظ صاحبؒ کی عبارت سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ قرأت قرآن کے وقت مؤمنوں کا کام دلجمعی کے ساتھ اس کو سننا ہے اور جاہل کافر اور ان کے پیروکار اس ضابطہ کو ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا، اے ابن مسعودؓ! مجھے قرآن کریم پڑھ کر سناؤ۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، میں نے کہا، حضرت! کیا میں آپؐ کو قرآن پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ آپؐ پر قرآن کریم نازل ہوا ہے تو آپ

نے ارشاد فرمایا کہ...... انی اشتھی ان اسمعہ من غیری...... میرا دل چاہتا ہے کہ کسی دوسرے سے قرآن سنو۔ (مسلم ج ا ص ۲۷۰)

یہ روایت بخاری ج ۲ ص ۶۵۹ اور ترمذی ج ۲ ص ۱۲۷ وغیرہ میں بھی موجود ہے بلکہ بخاری شریف کے کئی مقامات میں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۃ نسآء کا کافی حصہ پڑھ کر سنایا اور آنحضرت ﷺ نے پورے ذوق وشوق سے سنا۔

5

قرآن پاک سننے کا اجر دہرا ہے

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں اس سے جو احکام اور فوائد اخذ ہو سکتے ہیں، ان کی تفصیل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ ان فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کریم کا بغور سننا اور توجہ کرنا اور رونا اور تدبر کرنا پسندیدہ بات ہے۔ اور یہ بات بھی مستحب ہے کہ دوسرے سے قرآن کریم سنے اور دوسرے سے سننا خود پڑھنے سے فہم وتدبر میں زیادہ ممد ومعاون ہے۔

(نووی شرح مسلم ج ا ص ۲۷۰)

یعنی اگرچہ قرآن کریم کا پڑھنا کار ثواب ہے لیکن جس طرح دوسرے سے سننے میں فہم و تدبر اور غور وفکر کا موقع ملتا ہے، وہ یقیناً خود پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خود پڑھنے کے بجائے بعض اوقات دوسروں سے سننا افضل اور اعلیٰ ہے۔ قرآن کریم کے...... من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ...... کہ جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔ قاعدہ سے عموماً اور اس صحیح حدیث سے خصوصاً کہ جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے گا اس کو دس نیکیاں عطا ہوگی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵)

یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ خود پڑھنے والا دس نیکیوں کا مستحق ہے لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے قرآن سننے والے کو بیس نیکیاں ملتی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ جناب رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

من استمع الیٰ آیة من کتاب اللّٰه کتب له حسنة مضاعفة...... (الحدیث)

''جو آدمی قرآن کریم کی ایک آیت سنتا ہے اس کے لئے دہرا اجر لکھا جاتا ہے۔''

(رواہ احمد فی مسندہ ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۱)

چونکہ مقتدی پر انصات واجب ہے اس لئے اس حدیث کی رو سے اس کو دہرا اجر ملے گا اور غیر حافظ جب حافظ کی قرأت سننے کے لئے توجہ کرے تو اس حدیث کی رُو سے وہ بھی دہرے اجر کا مستحق ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہاں کیا کمی ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

دل الکتاب والسنۃ والاجماع علیٰ ان الاستماع افضل من القراۃ.

(فتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۳)

''کتاب وسنت اور اجماعت اُمت سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن کریم کی قرأت کو سننا خود پڑھنے سے زیادہ اعلیٰ اور افضل ہے۔'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۱۱۸)

تفسیر حقانی اور قرأت خلف الامام

بحث اوّل......

یہ سورت (یعنی فاتحہ) نماز میں پڑھی جاتی ہے اور ہر نماز میں اس کا پڑھنا شرع نے ضروری کر دیا یہاں تک کہ جس نماز میں یہ سورۃ نہ پڑھی جائے وہ فاسد یا باطل ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

حدیث نبوی ﷺ

من صلی صلوٰۃ لم یقرا فیھا ام القرآن فھی خداج ثلثاً غیر تمام الحدیث. (رواہ مسلم)

''یعنی جس نے الحمد نماز میں نہیں پڑھی وہ نماز ناقص ہے تام نہیں۔'' تین بار یہی فرمایا۔

حدیث نبوی ﷺ

وعن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب......

(بخاری و مسلم)

''کہ جس نے الحمد للہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

یہ مسئلہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نماز میں الحمد للہ کا پڑھنا واجب ہے مگر جب کہ نماز جماعت سے ہو تو مقتدی کو بھی الحمد للہ پڑھنا چاہئے یا جماعت میں صرف امام کا پڑھنا مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور اسحٰقؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابن شہاب زہریؒ اور ابراہیم نخعیؒ اور عبداللہ ابن مبارکؒ اور قاسمؒ بن محمدؒ اور عروہؒ بن زبیرؓ بڑے بڑے محدثین، تابعین اور صحابہ کبار کا یہ مذہب ہے کہ مقتدی الحمد للہ نہ پڑھے بلکہ چپ ہو کر امام کی قرأت کو سنے اور ختم کے وقت آمین کہہ کر اپنی مشارکت ثابت کر دے ان چند دلائل کی وجہ سے۔

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون......

''کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ ہو کر سنو تا کہ تم پر رحمت ہو۔''

بعض لوگ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ خطبے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔یعنی خطبے کے وقت چپ کرنا مراد ہے۔مگر یہ جواب صحیح نہیں۔اولاً تو یوں کہ یہ آیت مکیہ ہے اور خطبہ مدینہ میں آ کر جب جمعہ مشروع ہوا تب مقرر ہوا۔چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام محی السنہ بغوی شافعیؒ اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں اس کے مقر ہیں۔ثانیاً یوں کہ گو خطبے کے بارے میں آیت کا نازل

ہونا فرض کیا جاوے مگر لحاظ عبارت کا ہوتا ہے نہ کہ موقع نزول کا۔ کس لئے کہ آیت سرقہ اور آیت لعان اور دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملوں میں نازل ہوئی ہیں مگر ان کی عبارت پر لحاظ کر کے عام حکم جاری کیا جاتا ہے۔ ثالثاً جب خطبہ میں (کہ جہاں غالباً نصیحت حسب وقت ہوتی ہے سرتاسر قرآن مجید نہیں پڑھا جایا کرتا)۔ چپ رہنا واجب ہوا تو جہاں قرآن پڑھا جاوے اور حالت نماز اور توجہ الی اللہ ہو تو وہاں بدرجہ اولیٰ سکوت کرنا چاہئے۔

حدیث نبوی ﷺ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا......

(رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

"یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ لوگ نماز میں اس کی اقتداء کریں پس چاہئے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو چپ ہو کر سنو۔"

اس حدیث کی تصحیح احمد بن حنبلؒ اور مسلم اور ابن عبدالبرؒ اور ابن خزیمہؒ نے کی ہے۔

(التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۴۹۸ لشیخن وشیخ الدنیا علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ و تفسیر حقانی ص ۶۶، ۶۷ ج ۱)

حدیث نبوی ﷺ

امام مسلم نے ابو ہریرہؓ اور قتادہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
و اذ قرأ فانصتوا......

"کہ جب امام پڑھے تو چپ کرو۔"

حدیث نبوی ﷺ

امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت

کی ہے کہ ایک جہری نماز میں نبی کریم ﷺ نے (نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر) پوچھا کہ تم میں سے کس نے میرے ساتھ کچھ پڑھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں کہتا تھا کہ مجھے قرآن پڑھنے میں کون جھگڑ رہا ہے۔ پس لوگوں نے یہ سنا (تو جن نمازوں میں کہ پکار کر قرآن پڑھا جاتا ہے ان میں) صحابہؓ امام کے پیچھے الحمدللہ پڑھنے سے رک گئے۔

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث صحیحہ اس بارہ میں وارد ہیں کہ جن کے ذکر کرنے کو ایک دفتر چاہیے لیکن امام شافعیؒ اور ظاہریہ کہتے ہیں کہ گو امام کے ساتھ پڑھنا ممنوع ہے مگر جب امام دم لیتا ہے بالخصوص تین سکتوں میں مقتدی کو چاہیے کہ الحمدللہ پڑھ لے۔ کس لئے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جب میں نے ابو ہریرۃؓ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے بھی الحمدللہ پڑھیں تو انہوں نے فرمایا کہ......اقرابها فی نفسک......(الحدیث) کہ اپنے دل میں پڑھ لیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مضمون الحمدللہ کو دل میں تصور کر لینا ہے نہ کہ پڑھنا۔ کس لئے کہ یہی ابو ہریرۃؓ پیشتر روایت کر چکے ہیں کہ جب امام پڑھے تو حضرت فرماتے ہیں کہ چپ ہو کر سنو پس یہاں خلاف حکم حضرتؐ کے کیونکر ابو ہریرۃؓ فتویٰ دیتے اور چپ کرنا مطلقاً حضرتؐ نے فرمایا، خواہ الحمدللہ ہو یا کوئی اور سورۃ ہو سب سے چپ کرنا ہے۔

امام شافعی کے اور بھی دلائل ہیں مگر وہ دلائل سابقہ کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتے اس لئے اس کا بیان کرنا بے فائدہ سمجھتا ہوں۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے جہاں امام کے پیچھے پڑھنے سے ممانعت کی روایت کی ہے وہاں الحمدللہ کو بھی مستثنیٰ کر لیا ہے۔

لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأ بها.

واضح ہو کہ فریق اوّل کے (یعنی جو کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا نماز میں درست نہیں جانتے) دو قول ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ تو مطلقاً منع کرتے ہیں خواہ امام پکار کر پڑھے یا آہستہ کیونکہ جو دلائل کہ امام کے پیچھے الحمدللہ پڑھنے سے منع کرتے ہیں وہ عام ہیں، سریہ اور جہریہ کی کوئی قید نہیں۔ اور امام محمدؒ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ جب امام چپکے پڑھے (یعنی صلوٰۃ سریہ

میں) تو مقتدی الحمد پڑھ لے، کس لئے کہ اب امام سے منازعت نہیں پائی جاتی اور فضیلت الحمد پڑھنے کی ملتی ہے اور ان احادیث مخالفین پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور یوں خالی کھڑے رہنے سے کیا فائدہ۔ (تفسیر حقانی ج۱ص ۶۶/۶۷)

امام محمدؒ بھی سری جہری دونوں میں قرأت خلف الامام کے قائل نہیں

جن لوگوں نے امام محمدؒ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ وہ سری نمازوں میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے، وہ غلطی پر ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن الہمامؒ (المتوفی ۸۸۷ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ جولوگ امام محمدؒ کا یہ مذہب نقل کرتے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ کو جائز اور مستحسن سمجھتے ہیں، وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ان کا قول حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کی طرح ممانعت کا ہے۔ (فتح الملہم ج۲ص ۲۰)

صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ امام محمدؒ کی طرف یہ نسبت کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کو جائز قرار دیتے ہیں، ضعیف ہے اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ نے ''کتاب الاثار'' میں تصریح کی ہے کہ ہم جہری اور سری کسی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہیں ہیں۔ اور یہ دعویٰ کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے میں احتیاط ہے تو یہ دعویٰ ممنوع ہے بلکہ احتیاط ترک قرأت میں ہے کیونکہ یہاں دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل پر عمل ہو رہا ہے۔

(ردالمحتار شامی ج۱ص ۳۶۶)

قرأت خلف الامام اور امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الحنفیؒ نے تیسری صدی کے کبار ائمہ مجتہدین اور محدثین عظام کو دیکھ لیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الامام العلامہ اور الحافظ تھے اور انہوں نے بہترین کتابیں لکھی ہیں۔ محدث ابن یونسؒ کا بیان ہے کہ وہ ثقہ ثبت، فقیہ اور بڑے عقلمند تھے اور انہوں

نے اپنے بعد کوئی اپنا نظیر نہیں چھوڑا۔ (تذکرہ ج ۳ ص ۲۸)

مسلمہؒ بن قاسمؒ کا بیان ہے کہ وہ ثقہ جلیل القدر، فقیہ البدن اور علماء کے اختلافات کے جاننے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ (لسان المیزان ج ۱ ص ۲۷۶)

حافظ ابو عمرؒ ابن عبد البرؒ کا بیان ہے کہ وہ تمام فقہاء کے مذاہب پر گہری نگاہ رکھنے والے تھے۔ (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۰۵)

امام ابن ندیمؒ فرماتے ہیں کہ:

و کان اوحد اهل زمانه علماً و زهداً. (الفہرست لابن ندیم ص ۳۰۶)

کہ وہ اپنے زمانہ میں علم و زہد میں یکتا تھے۔

اور حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں: امام الحنفیة فی وقته فی الحدیث و الفقه و معرفت اقوال السلف۔ (اجتماع جیوش الاسلامیہ ص ۹۶) کہ وہ اپنے وقت میں حدیث فقہ اور معرفت اقوال السلف میں احناف کے امام تھے۔ (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۸۰)

باب ثانی

احادیث نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

حدیث نبوی ﷺ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بیان کیا حسینؒ بن نصرؒ نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزیدؒ بن ہارونؒ سے سنا کہ مجھے خبر دی محمدؒ بن اسحٰقؒ نے محمدؒ بن ربیعؒ سے اور انہوں نے عبادۃ بن الصامتؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور قرأت میں خلط آیا۔ سو جب آپؐ نے سلام پھیر لیا تو فرمایا کیا تم میرے پیچھے قرأت پڑھتے ہو، ہم نے کہا، یا رسول اللہ! پڑھتے ہیں۔ فرمایا، نہ پڑھو مگر فاتحۃ الکتاب سو فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۱)

حدیث نبوی ﷺ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا حسین بن نصرؒ نے کہ میں نے سنا یزیدؒ سے۔ کہا خبر دی ہمیں محمدؒ بن اسحٰقؒ نے کہ ہمیں بیان کیا یحیٰؒ بن عبادؒ بن عبداللہؒ بن زبیرؒ نے اپنے والد عبادؒ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ نے فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں اُمّ القرآن نہ پڑھی جائے سو وہ ناقص ہے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲)

حدیث نبوی ﷺ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بیان کیا ابن مرزوقؒ نے، کہا مجھے بیان کیا حبانؒ بن ھلالؒ نے، کہا مجھے بیان کیا یزیدؒ بن زریعؒ نے، کہا ہمیں خبر دی محمدؒ بن اسحٰقؒ نے سوا اسی مذکور سند سے

حدیث ذکر کی۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۲)

حدیث نبوی ﷺ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بیان کیا یونسؒ نے، کہا مجھے خبر دی ابن وہبؒ نے کہ مجھے بیان کیا مالکؒ نے علاء بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے ابوالسائبؒ مولیٰ ہشام بن زہرہؒ سے سنا، کہا میں نے ابوہریرہؓ سے یوں فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اُمّ القرآن کے بغیر نماز پڑھی وہ نماز تام نہیں ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے تین دفعہ فرمایا۔ سو حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا، یارسول اللہ ﷺ! میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا، اے فارسی اس کو اپنے نفس میں پڑھ۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۲)

امام طحاویؒ کی تحقیق

امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں، سوان آثار کی طرف ایک قوم گئی ہے اور انہوں نے تمام نمازوں میں فاتحہ الکتاب کے ساتھ قرأۃ خلف الامام کو واجب قرار دیا ہے۔ (اور علامہ بدرالدین عینی صاحب عمدۃ القاریؒ فرماتے ہیں، قوم سے مراد امام اوزاعیؒ وعبداللہ بن مبارکؒ و مالکؒ وشافعیؒ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ اور ابوثورؒ اور داؤدؒ مراد ہیں۔ حاشیہ طحاوی) اور اس مسئلہ میں اوروں نے خلاف کیا ہے۔ (علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس سے مراد امام ثوریؒ اور ایک روایت میں امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ اور ایک روایت میں امام احمدؒ اور عبداللہ بن وہبؒ واشہب مالکیؒ ہیں۔ حاشیہ طحاوی)

سو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہم نہیں دیکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں فاتحہ الکتاب وغیرہ پڑھی جائے اور اس مسئلہ میں ان کی حجت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث جو کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ہر وہ نماز جس میں اُمّ القرآن نہ پڑھی جائے سو وہ خداج اور ناقص ہے۔ سو اس میں یہ دلیل تو نہیں ہے کہ آپ کی مراد اس نماز سے امام کے پیچھے یعنی مقتدی ہے، سو یہ جائز ہے کہ آپ کی مراد اس سے وہ نماز ہو جس میں امام نہ ہوں اور ہر چند کہ

اس حکم سے مقتدی خارج ہو گیا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے لئے امام ہو سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ سو آپ ؐ نے امام کی قرأت کے ساتھ مقتدی کو بھی قاری قرار دیا۔ پس آپ کا یہ ارشاد کہ جس نے بغیر فاتحۃ الکتاب کے نماز پڑھی سو اس کی نماز خداج ہے، پس مقتدی سابق ارشاد کی وجہ سے اس سے خارج ہو گیا۔ (یعنی مقتدی کی نماز خداج اور ناقص نہیں)۔ خدجت الناقۃ جب کہ مجرد سے ہو تو معنی یہ کہ اونٹنی نے بچہ مدت وضع سے پہلے جنا ہے، بچہ تام الاعضاء ہو یا نہ اور اخدجت الناقۃ جب کہ مزید سے ہو تو معنی یہ کہ اونٹنی نے بچا جنا ناقص الاعضاء چاہے تام المدت اور یا کم۔ سو حدیث دلالت کر رہی ہے کہ نماز بدوں الفاتحہ ناقص تو ہے مگر باطل نہیں۔ (عرف الشذی علی الترمذی محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ ج ۱ ص ۷۸)

حسب ارشادی نبویؐ جب امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوئی تو پھر مقتدی کی نماز کیونکر باطل ہوئی۔ لہٰذا خداج کا تعلق صرف امام اور منفرد سے رہا اور یہی قرآن وحدیث سے مناسبت رکھتا ہے، اگر تیرا دل لگتا ہے۔ (احقر)۔

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے کسی اہل اسلام سے یہ نہیں سنا کہ وہ یوں کہہ دے کہ امام جب قرأت جہر سے پڑھے تو مقتدی کی نماز جائز نہیں جب کہ وہ قرأت نہ پڑھے اور فرمایا، یہ ہے نبی کریم ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہؓ اور تابعین اور یہ ہے امام مالک حجاز کے اصل میں اور یہ ہے امام ثوریؒ اہل عراق میں اور یہ ہے امام اوزاعیؒ اہل شام میں اور یہ ہے امام لیثؒ اہل مصر میں۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ ایک آدمی نے نماز پڑھی بغیر قرأت کے اور اس کے امام نے قرأۃ پڑھی اور اس کی نماز باطل ہو۔

(مغنی ابن قدامہؒ ج ۱ ص ۶۰۶ / بعینہا یہ عبارت شرح مقنیؒ ج ۲ ص ۱۳ / احسن الکلام ج ۱ ص ۱۰۱)

امام ابو جعفر طحاویؒ فرماتے ہیں۔ تحقیق ہم نے حضرت ابوالدرداءؓ (کے کلام) کو دیکھا کہ وہ بھی نبی کریم ﷺ سے یہی سنتے ہیں (کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے) سو امام طحاویؒ کے نزدیک بھی قرأت ماموم ومقتدی پر نہیں۔

(طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲)

حدیث نبوی ﷺ

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بحر بن نصرؒ نے بیان کیا، کہا مجھے عبداللہ بن وہبؒ نے بیان کیا، ان کو معاویہ بن صالح نے اور مجھے بیان کیا احمد بن داؤدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا محمد بن مثنیٰؒ نے، کہا مجھے بیان کیا عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ نے، کہا مجھے بیان کیا معاویہؒ بن صالحؒ نے ابوزاھریہ سے، انہوں نے کثیر بن مرۃؓ سے، انہوں نے حضرت ابوالدرداءؓ سے کہ ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! نماز میں قرآن ہے۔ فرمایا، ہاں۔ سو ایک انصاریؓ نے کہا، واجب ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا، میرا گمان ہے کہ امام نے جب قوم کی امامت کرائی تو اس کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔

امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں۔ سو یہ حضرت ابوالدرداءؓ ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سنا کہ کل نماز میں قرآن ہے۔ سو ایک انصاری نے کہا کہ واجب ہے تو آپؐ نے اس میں انکار نہیں کیا انصاریؓ کے قول سے اس کے بعد حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنی رائے سے کہا جو کچھ کہا تاہم حضرت ابوالدرداءؓ کے نزدیک منفرد اور امام پر قرأت ہے، ماموم یعنی مقتدیوں پر نہیں ہے۔ سو تحقیق حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت ابوہریرۃؓ کی رائے سے مخالفت کی کہ قرأت امام و مقتدی دونوں پر ہے۔ (بلکہ صرف امام پر ہے)۔

معلوم ہوا کہ اس میں کسی کا بھی دوسرے پر حجت نہیں۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲)

اور یہ جو حضرت ابوالدرداءؓ کی حدیث میں گزرا کہ ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! نماز میں قرآن ہے؟ آپؐ نے نعم فرمایا، الخ۔ سو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور میں قوم سے آپؐ کے زیادہ قریب تھا۔ میں نہیں دیکھتا امام کو جب کہ قوم کی امامت کرائے مگر امام ان کے لئے کافی ہے۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۶/ یہ روایت مسند احمد میں ج ۱ ص ۴۴۸ اور نسائی ج ۱ ص ۱۰۷/ کتاب القرأۃ ص ۱۱۸ و سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲/ طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲/ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۲۹/ مجمع الزوائد

ج ۲ص ۱۱۰ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ احسن الکلام ج ۱ ص ۳۵۷)

علامہ ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں۔ اور تحقیق حضرت عبادہؓ کی حدیث سو اس نے معاملہ واضح کر کے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤمنوں کو امام کے پیچھے فاتحہ الکتاب کا امر کیا ہے، سو ہم نے ارادہ کیا کہ دیکھ لیں کہ اس کی متضاد روایات ہیں یا نہیں۔

حدیث نبوی ﷺ

ہمیں بیان کیا یونسؒ نے، کہا کہ ہمیں بیان کیا ابن وہبؒ نے کہ مالکؒ نے ہمیں ابن شہابؒ سے، انہوں نے ابن اکیمہ اللیثیؒ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک جہری نماز سے پھر کر ارشاد فرمایا، کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت پڑھی ہے؟ سو ایک شخص نے کہا، ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ پس رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ مجھ پر اشتباہ ہوا۔ کہا کہ لوگ رسول کریم ﷺ کے ساتھ جہری نمازوں میں قرأت سے باز آ گئے جب کہ آپؐ سے یہ سنا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲)

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا حسینؒ بن نصرؒ نے، کہا مجھے بیان کیا الفریابیؒ نے (امام) اوزاعیؒ سے، کہا مجھے بیان کیا زہریؒ نے، انہوں نے سعیدؒ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے جیسا کہ گزر گیا۔ البتہ یہ کہا کہ مسلمانوں نے اس سے نصیحت حاصل کی اور قرأت نہیں پڑھتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۲)

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا ابن ابوداؤدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا حسین بن عبدالاول الاحولؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابوخالدؒ سلیمانؒ بن حیانؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابن عجلانؒ نے زید بن اسلمؒ سے، انہوں نے [illegible] صالحؒ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام

اس لئے ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے سو جب امام قرأت کرے تو تم سب چپ اور خاموش رہو۔

(طحاوی ج ا ص ۱۴۲)

سری اور جہری سب کو شامل ہے۔ (احقر)

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا ابو بکرہؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابو احمد محمدؒ بن عبداللہؒ بن الزبیرؒ نے، کہا مجھے بیان کیا یونسؒ بن ابی اسحٰقؒ نے ابوالاحوصؒ سے، انہوں نے عبداللہؓ سے، کہا کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت پڑھتے تھے سو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرأت گڈمڈ کر دیا۔

(طحاوی ج ا ص ۱۴۲)

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا احمدؒ بن عبدالرحمٰنؒ نے، کہا مجھے بیان کیا میرے عم عبداللہؒ بن وہبؒ نے، کہا مجھے خبر دی اللیثؒ نے یعقوبؒ (قاضی ابو یوسفؒ تلمیذ امام اعظمؒ) سے اور انہوں نے نعمانؒ (امام اعظمؒ) سے، انہوں نے موسیٰؒ بن ابی عائشہ سے، انہوں نے عبداللہؒ بن شدادؒ سے، انہوں نے جابرؓ بن عبداللہؓ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۲/ کتاب الآثار لمحمدؒ ص ۲۲)

مذکور امام اعظمؒ کی حدیث بھی سری اور جہری سب کو شامل ہے۔ (احقر)

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا ابو بکرہؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابو احمدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا سفیان ثوریؒ نے موسیٰؒ بن ابی عائشہ سے، انہوں نے عبداللہ بن شدادؒ سے مذکور حدیث کی طرح (کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے) لیکن اس میں حضرت جابرؓ کا ذکر نہیں۔ یہ بھی سری اور جہری سب کو شامل ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا ابو بکرہؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابو احمدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا اسرائیلؒ نے موسیٰؒ بن ابی عائشہ سے، انہوں نے عبداللہؒ بن شدادؒ سے، انہوں نے بصرہ کے ایک شخص سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے مذکور حدیث کی طرح (کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے)۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

یہ بھی سری اور جہری سب کو شامل ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا ابو امیہؒ نے، کہا مجھے بیان کیا اسحٰقؒ بن منصورؒ السلولی نے، کہا مجھے بیان کیا ابو الحسنؒ بن صالحؒ نے جابرؒ اور لیثؒ سے، انہوں نے ابو الزبیرؒ سے، انہوں نے حضرت جابرؓ سے، انہوں نے رسول کریم ﷺ سے مذکور حدیث کی طرح (کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے)۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

اس میں بھی تعمیم ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا ابن داؤدؒ اور فہدؒ نے، دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا احمدؒ بن عبداللہؒ بن یونسؒ نے، کہا مجھے بیان کیا حسنؒ بن صالحؒ نے جابرؒ یعنی جعفی سے، انہوں نے ابو الزبیر سے، انہوں نے جابرؓ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مذکور حدیث کی طرح (یعنی جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے)۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

اس میں بھی تعمیم ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

اور مجھے بیان کیا فہدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا احمدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابن حیؒ نے جابرؓ سے، انہوں نے نافعؒ سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے مذکور حدیث کی طرح (کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے)۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۳)

اس میں بھی تعمیم ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا بحرؒ بن نصرؒ نے، کہا مجھے بیان کیا یحییٰؒ بن سلامؒ نے، کہا مجھے بیان کیا (امام) مالکؒ نے وہبؒ بن کیسانؒ سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے ایک رکعت پڑھی مگر اس میں اُمّ القرآن نہیں پڑھی سو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۳)

(یعنی امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے تو اس کو قرأت کرنے کی ضرورت نہ پڑی)۔ اس حدیث سے...... لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ...... والی حدیث بھی حل ہو گئی کہ وہاں پر مراد منفرد اور امام ہیں، مقتدی نہیں۔

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا یونسؒ نے، کہا مجھے خبر دی ابن وہبؒ نے کہ (امام) مالکؒ نے مجھے وہبؒ بن کیسانؒ سے بیان کیا، انہوں نے جابرؓ سے اسی طرح (کہ جس نے بغیر فاتحہ کے ایک رکعت پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے) البتہ اس حدیث میں حضرت جابرؓ نے نبی کریم ﷺ کا نام نہیں لیا۔ (سبحان اللہ پاک ہستیوں کے ذریعہ دین کس طرح محفوظ ہے کہ جس طرح ادا ہوا اس طرح محفوظ ہوا)۔

یہ بھی سری اور جہری سب کو شامل ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا فہدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا اسمٰعیلؒ بن موسیٰؒ ابن ابنۃ السدیؒ نے، کہا مجھے بیان کیا (امام) مالکؒ نے سو (امام) مالکؒ نے مذکور سند کے ساتھ ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے (امام) مالکؒ سے کہا کہ سند مرفوع سو (امام) مالکؒ نے کسی سے فرمایا کہ اس کے پیر کو پکڑو۔

(طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

(تاکہ بھاگے نہ، حضرت جابرؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ کوئی بدعتی تو نہیں ہے کہ اپنی طرف سے گڑھتا ہے اور پھر اس پر بسم اللہ پڑھتا ہے۔ اس لئے تیرے پیر کو پکڑ کر لڑتا ہے کہ نبی ﷺ کے ترازو سے کیوں آگے بڑھتا ہے۔ اس میں بھی تعمیم ہے۔ احقر)

حدیث نبوی ﷺ

مجھے بیان کیا احمدؒ بن داؤدؒ نے، کہا مجھے بیان کیا یوسفؒ بن عدیؒ نے، کہا مجھے بیان کیا عبید اللہؒ بن عمروؒ نے ایوبؒ سے، انہوں نے ابوقلابہؒ سے، انہوں نے (حضرت) انسؓ سے، کہا رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، کیا تم پڑھتے ہو جب کہ امام پڑھتا ہو۔ سو سب چپ ہو گئے۔ تین بار پوچھا، سب بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا، ایسا نہ کرو۔ (طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

اس میں بھی تعمیم ہے۔

امام طحاویؒ کی تحقیق

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں۔ سو یہ جو ہم نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا، یہ خلاف ہوا اس کا جو کہ حضرت عبادہؓ سے روایت ہے۔ پس جب یہ آثار مرویہ اس مسئلہ میں مختلف ہوئے تو ہم نے اس کا حکم من طریق النظر تلاش کیا۔ سو ہم نے تمام ائمہ کو دیکھ لیا کہ اختلاف نہیں کرتے ہیں

اس شخص کے متعلق جو امام کی اقتداء کرتے ہیں جب کہ امام رکوع میں ہو اور یہ تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوا تو اس رکعت کا اعتبار ہے اگرچہ اس مقتدی نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ ۳
جب یہ جائز ہے رکعت کے فوت ہونے کے ڈر سے تو احتمال ہے کہ یہ جواز بوجہ ضرورت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ قرأت خلف الامام فرض نہیں ہے، سو ہم نے اس کا اعتبار کرلیا۔

اور ہم نے فقہاء کرامؒ کو دیکھ لیا کہ اس میں اختلاف نہیں کرتے کہ جو شخص تکبیر تحریمہ کے بغیر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو سو یہ تو جائز نہیں اگرچہ ترک تکبیر ضرورت کی وجہ سے ہے کہ رکعت فوت ہوتی ہے۔ پس تکبیر تحریمہ سے لابدی ہے چاہے حالت ضرورت ہو یا غیر ضرورت۔ سو یہ ان فرائض کی صفات ہیں جن کا نماز میں ہونا ضروری ہے اور اس کے کرنے کے بغیر نماز جائز نہیں اور جب قرأت کا مسئلہ اس سے مخالف ہو کر حالت ضرورت میں (دلیل سے) ساقط ہوا تو مسئلہ قرأت (تکبیر تحریمہ وغیرہ) کے جنس سے نہ ہونے کی بنا پر غیر ضروری میں بھی علی جہۃ النظر ساقط ہوا۔
(طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

☆......☆......☆

مسند امام اعظمؒ اور قرأت خلف الامام

حدیث نبوی ﷺ

امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ، موسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ عبداللہؓ بن شدادؒ سے، وہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس کے لئے امام ہوں سو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (مسند امام اعظمؒ ص ۶۱/ ابن ماجہ ص ۶۱)

اس میں بھی تعمیم ہے۔

اور ایک روایت میں ہے (جس کو امام حاکمؒ نے اسی سند سے مستدرک میں لکھا ہے) کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ظہر یا عصر میں قرأت پڑھی تو دوسرے شخص نے اشارہ سے روکا۔ سو نماز کے بعد روکنے والے سے کہا، کیا تو مجھے روکتا ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کے پیچھے قرأت پڑھوں؟ سو دونوں کا اس میں تکرار ہوا (اور دونوں فیصلہ آپؐ کے پاس لے گئے اور یا خود سنا) یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے سن کر (روکنے والے کی تصدیق اور تاکید اور تقریر میں) فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے اقتداء کی سو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(ھکذا فی مواھب اللطیفہ و تعلیق الصبیح ج ا ص ۳۹۹)

اس میں بھی تعمیم ہے۔ مگر محل وارد سری ہے کہ سری میں بھی قرأت خلف الامام نہیں ہے۔ (احقر)

(یعنی امام کے پیچھے نہ پڑھے...... فان قراۃ الامام له قراۃ ...... سو علت کو جزا کی جگہ قائم مقام کر دیا جیسا کہ اس ارشاد ربانی میں...... من کان عدوا لجبریل ...... (الآیۃ)۔

حدیث نبوی ﷺ

اور ایک روایت میں ہے (اور یہ روایت محمد بن فضل اور سلیم بن مسلم کی ہے کہ ہمیں اسی سند

کے ساتھ ابو حنیفہؒ نے جابرؓ سے بیان کیا) فرمایا، جابرؓ نے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کے پیچھے قرأت پڑھی سو رسول اللہ ﷺ نے قرأت سے روکا۔

حدیث نبوی ﷺ

اور یونسؒ بن بکیر و علیؒ بن یزیدؒ الصدائی و مروانؒ بن شجاعؒ کی روایت جو امام اعظمؒ سے ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ کریم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپؐ کے پیچھے قرأت پڑھی۔ سو جب آپؐ نے اپنی نماز پوری کی تو تین بار (ترک قرأت پر تاکید اور تشدید کے ساتھ) فرمایا کہ تم میں سے کون میرے پیچھے قرأت پڑھ رہا تھا؟ سو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں ہی پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

(آپ کا یہ فرمانا منع عن القراۃ سے کنایہ ہے۔ تحقیق اگر قرأت خلف الامام جائز اور مباح ہوتی تو قاری سے اس نمط اور طریقہ سے سوال اور جواب کی کیا ضرورت تھی؟ اور آپ کا یہ فرمان کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت کے لئے کفایت ہے اس میں اشارہ ہے کہ مقتدی قرأت سے منع ہے۔ الخ۔ ان تمام احادیث میں تعمیم ہے سری اور جہری سب کو شامل ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

اور مکیؒ بن ابراہیمؒ کی روایت امام (اعظمؒ) سے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر اور یا عصر کی نماز میں پھر کر فرمانے لگے کہ تم میں سے کس نے ...... سبح اسم ربک الاعلیٰ ...... پڑھی ہے، سو قوم چپ ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کے بارے میں مکرر پوچھا۔ پس ایک شخص نے قوم میں سے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! میں ہی پڑھنے والا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تحقیق میں نے تم کو دیکھ لیا کہ مجھ سے کوئی قرآن میں جھگڑ رہا ہے اور یا مجھے خلط میں مبتلا کرتا ہے۔

(حوالہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۱)

اس حدیث میں بالخصوص سری کی نفی ہے۔

طُرُق کثیرہ

اس پر محشی فرماتے ہیں۔ جان لے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث کے لئے کئی طرق اور راستے ہیں۔

۱: ایک یہ کہ محمدؒ روایت کرتے ہیں ابو علیؒ سے اور وہ محمودؒ سے، وہ سہلؒ سے، وہ ایوبؒ سے، وہ ابو الزبیرؒ سے اور وہ مرفوعاً حضرت جابرؓ سے۔ (مؤطا طبرانی فی الاوسط/سنن دار قطنی طحاوی شرح معانی الآثار/ابن عدی فی الکامل)

۲: اسحٰق ازرقؒ روایت کرتے ہیں سفیانؒ ازرقؒ سے، وہ سفیانؒ اور شریکؒ سے، وہ موسیٰؒ سے، وہ ابن شدادؒ سے اور وہ حضرت جابرؓ سے۔

۳: جریرؒ کا موسیٰؒ سے مرفوعاً اور مرسلاً دونوں۔

۴: عبد بن حمیدؒ روایت کرتے ہیں ابو نعیمؒ سے، وہ حسنؒ بن صالحؒ سے، وہ ابو الزبیرؒ سے اور وہ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً۔ (ھکذا فی التعلیق الصبیح ج ا ص ۳۹۹)

(اور مرفوع حدیث وہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تک پہنچ جائے اور اس روایت کے آخر میں حضرت جابرؓ صحابی ہیں۔) (احقر)

اس روایت کی تخریج احمدؒ بن منیعؒ نے اپنی مسند میں کی ہے۔ جس کو ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے اور ابن الہمامؒ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ ان حفاظ نے اس حدیث کو غیر مرفوع ذکر کیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے اور نقل طرق کے بعد فرمایا ہے کہ یہ سفیانؒ اور شریکؒ اور جریرؒ اور ابو الزبیرؒ نے طرق صحیحہ کے ساتھ مرفوع ذکر کیا ہے۔ پس ان کا عدم رفع کی کڑی میں پرونا باطل ہوا۔ (انتہیٰ)

۵: اور ان طریقوں میں سے امام اعظمؒ کی روایت ہے موسیٰؒ سے، وہ ابن شدادؒ سے اور وہ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں جس کی تخریج اسی مسند میں ہے اور امام محمدؒ نے مؤطا

میں اس کی تخریج کی ہے۔ابن الھمامؒ فرماتے ہیں، باقی اس حدیث کی تصحیح کا مسئلہ تو بے شک یہ حدیث کئی طرق سے حضرت جابرؓ سے مرفوعا رسول کریم ﷺ تک پہنچی ہے۔اور بے شک اس کی تضعیف بھی کی گئی ہے اور تضعیف کرنے والوں نے اس حدیث کے مرفوع ہونے کا بھی اقرار کیا ہے جیسا کہ دار قطنیؒ اور بیہقیؒ اور ابن عدیؒ نے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ سفیانینؒ اور ابوالاحوصؒ اور شعبہؒ اور اسرئیلؒ اور خالد والانیؒ اور جریرؒ اور عبدالحمیدؒ اور زائدہؒ اور زہیرؒ نے موسیٰؒ ابن ابی عائشہ سے روایت کی۔انہوں نے عبداللہؓ بن شدادؓ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔سوانہوں نے ارسال کیا ہے اور تحقیق ایک دفعہ (امام اعظم) ابوحنیفہؒ نے بھی ایسا ہی ارسال کیا ہے۔

سوم ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک مرسل حجت ہے۔پس ہمارے لئے ہماری رائے کے مطابق عمل کے لئے یہ کافی ہے اور علی طریق الالزام بھی کہ مرسل کی حجت ہونے میں دلیل قائم ہے۔اور علی تقدیر التنزل کہ حجت نہیں۔سوابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ مرفوع ذکر کیا ہے۔

(لہٰذا اعتراض ہی جڑ سے ختم ہوا)۔ احقر

اور بعد اس کے کہ امام محمدؒ نے اس حدیث کو اپنی کتاب موطا میں تخریج کر کے ذکر کیا ہے۔ (امام اعظم) ابوحنیفہؒ کے طریق پر موسیٰؒ سے وہ ابن شدادؓ سے اور وہ حضرت جابرؓ سے مرفوعا اور احمدؒ بن منیعؒ نے اپنی مسند میں اس حدیث کو دو طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ایک طریق اسحٰقؒ کا، وہ سفیانؒ اور شریکؒ سے، وہ موسیٰؒ سے مرفوعا اور دوسرا طریق جریرؒ کا، موسیٰ سے مرفوعا۔اور فرماتے ہیں کہ اول حدیث کی اسناد صحیح علی شرط الشیخین اور ثانی علی شرط مسلم کے قبیل سے ہے۔انتہیٰ۔

(کذافی البرھان شرح مواھب الرحمٰن والتعلیق الصبیح ج ۱ ص ۴۹۹ لشیخنا علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ)

اور اسی حدیث کو دار قطنیؒ نے اپنی سنن میں، پھر بیہقیؒ نے حضرت ابوحنیفہؒ کے ساتھ الحسنؒ بن عمارہؒ کو اور کبھی صرف حسنؒ بن عمارہ کو ذکر کیا ہے۔

امام الائمہ امام اعظمؒ پر لایعنی تعصب کے اعتراضات

(اور بے جا اعتراض کرتے ہوئے) دار قطنیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو جابرؓ بن عبداللہؓ سے ابوحنیفہؒ اور حسن بن العمارہؒ کے علاوہ کسی نے بھی مسند ذکر نہیں کیا اور (دفعہ لگایا) یہ دونوں ضعیف ہیں۔

اور تحقیق اس حدیث کو سفیان ثوریؒ اور ابوالاحوصؒ وشعبہؒ واسرائیلؒ وشریکؒ اور ابوخالد الدالائیؒ وسفیانؒ بن عیینہؒ وغیرہ نے موسیٰؒ بن ابی عائشہ سے اور انہوں نے عبداللہؓ بن شدادؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مرسلاً ذکر کیا ہے اور یہی صواب ہے۔ انتہیٰ۔

حضرت ابن الھمامؒ نے اس کے جواب میں کہا ہے۔ بعد اس کے کہ جب حدیث ایک دفعہ علی شرط المحقق علیہ اور دوسری دفعہ علی شرط مسلم صحیح ثابت ہوئی تو پھر تعصب کرنے والوں کا رد خود ہی باطل ہو گیا اور حضرت ابوحنیفہؒ کا تضعیف بھی باطل ہو گیا۔

ہر چند (امام اعظم) ابوحنیفہؒ روایات حدیث کے شروط میں انتہا تک اتنی تضیق اور تنگی سے کام لیتے ہیں کہ علم کے باوجود کہ یہ میرا خط ہے پھر بھی جواز روایت کے لئے شرط تذکر کی قید لگاتے ہیں اور باقی حفاظ حدیث نے یہ شرط نہیں لگائی یہاں تک کہ صاحبینؒ نے بھی ان سخت شروط میں موافقت نہیں کی۔ (سو روایاتِ حدیث میں اتنی پابندی اور احتیاط کے باوجود تضعیف کی نسبت کہاں کی دانشمندی ہے۔ احقر)۔

سو پھر یقیناً یہ حدیث حضرت جابرؓ سے اس روایت کے علاوہ طرق کثیرہ سے روایت کی گئی ہے اگرچہ وہ طرق ضعیفہ ہیں مگر اس روایت کی مضبوطی اور قوت اس سے اور بمذاہب الصحابہؓ سے پیدا کی گئی ہے یہاں تک کہ مصنفؒ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔ انتہیٰ۔

ائمہ کبار کے نزدیک امام اعظمؒ کی عظمت اور شان

تاہم امام اعظم ابوحنیفہؒ کی توثیق ائمہ حدیث کی ایک عظیم جماعت نے کی ہے۔ سو تحقیق عباس دورانیؒ نے ابن معینؒ سے روایت کی ہے کہ ہمارے احباب حضرت ابوحنیفہؒ اور ا۱۰۔ کر

تلامذہ کے بارے میں بہت ہی افراط اور تجاوز سے کام لیتے ہیں۔ سو کسی نے اس سے کہا، کیا حضرت ابوحنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے؟ کہا، جھوٹ سے بہت ہی دور تھے۔

اور امام محمدؒ بن الحسینؒ الموصلی الحافظ نے ''کتاب الضعفاء'' کے اخیر میں ذکر کیا ہے کہ امام یحییٰ بن معین (المتوفی ۲۳۳ھ) نے فرمایا، میں ایسا آدمی نہیں دیکھتا کہ میں اس کو حضرت وکیعؒ پر فوقیت دے دوں اور حضرت وکیعؒ حضرت ابوحنیفہؒ کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کی تمام احادیث کو یاد کرتے تھے اور حضرت وکیعؒ نے ابوحنیفہؒ سے احادیث کا بڑا ذخیرہ سنا تھا اور کہا کہ یحییٰ بن معینؒ سے کہا گیا کہ یا اباذکریا! ابوحنیفہؒ حدیث میں سچے تھے۔ کہا نعم، سچے تھے۔

اور یحییٰ بن معینؒ سے کہا گیا، کیا تمہیں ابوحنیفہؒ پسند ہیں یا شافعیؒ اور یا ابویوسفؒ القاضی تو کہا کہ امام شافعیؒ کی حدیث تو پسند نہیں اور تحقیق ابوحنیفہؒ سو ان سے قوم صالحین نے حدیثیں لی ہیں اور ابویوسفؒ اہل کذب میں سے نہیں بلکہ صدوق تھے لیکن میں نے ان سے حدیث نہیں لی۔

(حاشیہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۱)

حسنؒ بن علیؒ الحلوانیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے شبابہؒ بن سوارؒ نے کہا کہ شعبہؒ حضرت (امام اعظم) ابوحنیفہؒ کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے اور ابن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوحنیفہؒ سے (امام) ثوریؒ اور (امام) ابن المبارکؒ اور حمادؒ بن زیدؒ و ہیثم اور (امام) وکیعؒ بن الجراحؒ اور عباد بن عوام اور جعفرؒ بن عونؒ نے روایات لی ہیں اور یہ ثقہ اور اچھے ہیں۔ اور یحییٰؒ بن سعیدؒ فرماتے ہیں، بہت دفعہ میں ایک شے کو مستحسن سمجھتا ہوں تو وہ ابوحنیفہؒ کے قول کی وجہ سے، سو اسی پر ہم عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور (شیخ البخاریؒ) حضرت یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے (امام اعظمؒ کے تلمیذ) حضرت ابویوسفؒ سے الجامع الصغیر سنی ہے جس کو ازدیؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور (امام) ابن عبدالبرؒ ''کتاب العلم'' میں فرماتے ہیں کہ مجھے بیان کیا عبداللہؒ بن محمدؒ بن یوسفؒ نے، کہا مجھے بیان کیا ابن رحمونؒ نے، کہا میں نے سنا محمدؒ بن بکرؒ بن داستہ سے، کہا میں نے سنا ابوداؤدؒ بن اشعثؒ السجستانی سے۔ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ (امام) مالکؒ پر رحم فرمائے کہ امام تھے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے (امام) شافعیؒ پر امام تھے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے (امام) ابوحنیفہؒ پر کہ امام تھے۔

اور امام الحافظ شمس الدین محمدؒ بن العلاء البابلیؒ الشافعیؒ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے، اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ ائمہ میں سے افضل کون ہیں تو ہم کہیں گے کہ (امام اعظم) ابوحنیفہؒ۔

اور (امام) ابن عبد البرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں، اس بات میں صحیح یہ ہے جس کی عدالت صحیح ہو اور علم میں اس کی امامت ثابت ہو اور اس کا ثقہ ہونا واضح ہو اور اس کا علم پھیل گیا ہو تو پھر کسی جرح کرنے والے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر اپنے جرہ پر عادل گواہ لے آئے جس سے جرح علی طرق الشہادۃ صحیح اور درست ہو جائے۔ اور پھر ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ (نام) کے اہل الحدیث نے امام (اعظمؒ) کے حق میں افراط اور حد سے تجاوز کیا ہے۔ انتہیٰ۔

اور امام ابن عبد البرؒ نے اس باب کے اندر جس سے امام اعظمؒ کا دامن بالکل صاف ہو جائے ہر اس ملمع سازی سے جس سے آپ کی (دل آزاری) اور توہین کی گئی ہے، لمبا کلام کیا ہے جس سے آپ کی توثیق اقوی دلیل سے ہو جائے۔

اور عینی بنایہ میں فرماتے ہیں کہ (امام اعظمؒ) ابوحنیفہؒ کے متعلق یحییٰ ابن معینؒ سے سوال ہوا تو یحییٰؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ ثقہ ہیں۔ میں نے کسی سے بھی آپؒ کی تضعیف نہیں سنی اور یہ شعبہؒ بن الحجاجؒ ہیں، آپؒ کی طرف لکھتے ہیں کہ ان سے حدیثیں بیان کرو اور شعبہؒ اور سعیدؒ بھی ان کو امر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ ثقہ اور اہل صدوق میں سے تھے اور متہم بالکذب نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں مامون اور حدیث میں سچے اور صدوق تھے۔ اور امام اعظمؒ کی ثناء اور تعریف ائمہ کبار نے کی ہے جیسے عبد اللہؒ بن مبارکؒ اور سفیانؒ بن عیینہؒ اور اعمشؒ اور سفیان ثوریؒ اور عبد الرزاقؒ اور حمادؒ بن زیدؒ اور وکیعؒ اور امام اعظمؒ کی رائے پر ائمہ ثلاثہ مالکؒ والشافعیؒ واحمدؒ اور بہت سارے ائمہ کبار فتویٰ دیتے تھے۔

سو ہمیں ان وجوہات سے روز روشن کی طرح واضح معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ پر طعن اور برائی سے ذکر کرنا، یہ دار قطنی کی زیادتی اور فاسد تعصب ہے۔ (جس کو تعصب والے بے دین اور جاہل لوگ اچھالتے ہیں)۔

پس امام اعظمؒ کی تضعیف پر دھبہ کہاں سے لگا، طعن کرنے والا خود ضعیف ہے کہ اپنی مسند میں سقیم، بیمار اور معلول اور منکر اور غریب اور موضوع احادیث جمع کی ہیں۔

اور قائل نے اپنے قول میں کیا خوب کہا ہے جب کہ ان لوگوں نے امام اعظمؒ کی شان اور عظمت اور مرتبہ کو نہیں پہچانا۔

فالقوم اعداء له وخصوم...... وفي المثل السائر البحر لا يكدره وقوع الذباب......

ولا ينجسه ولوغ الكلاب

پس جاہل قوم امام اعظمؒ کے مقابلہ میں جھگڑالو اور دشمن ہے۔

(لوگوں نے امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے اور امام الاولیاء ابوبکر الصدیق اور فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی دشمنی کی اور لعن طعن اور توہین کی مگر نتیجہ کیا نکلا؟)۔

یہ نکلا کہ مشہور مثل ہے کہ سمندر دریا مکھی گرنے سے گدلا نہیں ہوتا اور کتے کے چاٹنے سے گندا نہیں ہوتا۔

سو حضرت ابوحنیفہؒ کی حدیث، حدیث صحیح ہے اور ابوحنیفہ ابوحنیفہؒ ہیں اور ابوالحسنؒ موسیٰؒ بن ابی عائشہ الکوفیؒ ثقات اثبات صحیحین کے رجال میں سے ہیں اور عبداللہ بن شدادؒ ثالثہ کے کبار ثقات میں سے ہیں۔ انتہیٰ۔

اور میں کہتا ہوں ان تعصب کرنے والوں کے تعصب سے دین کے ڈھانے میں مدد ملتی ہے کہ عادلین ثقات کی تضعیف کرتے ہیں اور متروکین مجروحین کی توثیق کرتے ہیں اور ضعفاء اور مجاہیل اور مقدوحین کی تعدیل کرتے ہیں۔ (ہم بھی آہ بھرتے ہیں کہ یہ لوگ دین سے کیا کرتے ہیں اور کف افسوس ملتے ہیں کہ یہ لوگ کہاں اللہ سے ڈرتے ہیں)۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة ...... وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

اذا ضعف امام الائمة فمن بقي من الامة......

سو اگر تو نہیں جانتا ہے۔ (اور ہر ایک جانتا ہے کہ تو نہیں جانتا ہے)۔ پس یہی تو مصیبت ہے اور اگر تو جانتا ہے سو یہ مصیبت تو سب سے بڑی ہے کہ جب تضعیف اور توہین میں آ جائے امام الائمۃ تو پھر کون بچا من الامہ۔ (تنسیق النظام فی مسند الامام ص ۶۲)

امام موصوف ؒ سے متعلق بھی نہ جاننے والوں اور متعصب لوگوں نے کیا کیا الزامات نہیں لگائے؟ کسی نے ان کو ضعیف کہا اور کسی نے یتیم فی الحدیث کے خطاب سے نوازا لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔

علامہ ذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ الامام الاعظمؒ، فقیہ العراق، امام، متورع، عالم، عامل، متقی اور کبیر الشانؒ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۸)

حافظ ابن عبد البرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام وکیعؒ نے ان سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں۔ (کتاب الانتقاء ج ۲ ص ۱۵۰)

اور لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام موصوف سے روایتیں کیں اور ان کی توثیق و تعریف کی، وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے بلا وجہ ان میں کلام کیا ہے۔ (مختصر کتاب العلم ص ۱۹۴)

امام ابن معینؒ (المتوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام موصوف ثقہ تھے۔ وہ صرف اسی حدیث کو بیان کرتے تھے جو ان کو اچھی طرح یاد ہوتی تھی۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے فقہ میں امام ابو حنیفہؒ جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰؒ بن سعیدؒ القطان (المتوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں، ہم خدائے قدوس کی تکذیب نہیں کرتے، ہم نے امام موصوف سے بہتر رائے اور بات کسی کی نہیں سنی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۹)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے عیال اور خوشہ چین ہیں۔

(بغدادیؒ ج ۱۳ ص ۳۴۶ / تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۹)

علامہ تاج الدین سبکیؒ (المتوفی ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ بڑی مشکل اور دقیق

ہے۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۷۴)

شاید اسی وجہ سے نااہل اور سطحی قسم کے لوگ ان کی فقہ سے نفرت کرتے ہیں:

علامہ خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) باوجود امام موصوف پر انتہائی جرح نقل کرنے کے ان کی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کا انکار نہیں کر سکے اور صاف لکھتے ہیں کہ علم، عقائد اور کلام میں لوگ ابوحنیفہؒ کے عیال اور خوشہ چین ہیں۔ (بغدادی ج ۱۳ ص ۱۶۱)

مشہور محدث اسرائیل (المتوفی ۱۶۲ھ) کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کیا ہی خوب مرد تھے جنہوں نے ہر ایسی حدیث کو اچھی طرح سے یاد کیا جس سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہو سکتا ہے اور وہ بڑی احتیاط کرنے والے اور فقہی مسائل پر عبور کرنے والے تھے۔ (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۳۹)

امام ابن معینؒ فرماتے تھے کہ علماء تو صرف چار ہیں۔ سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور اوزاعیؒ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶)

حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) امام موصوف کی ان الفاظ سے تعریف کرتے ہیں:

الامام فقیه العراق احد ائمة الاسلام والسادة الاعلام احد ارکان العلماء احد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعة.

امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (المتوفی ۲۱۳ھ) کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کے لئے مناسب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے لئے نماز میں دُعا کریں کیونکہ انہوں نے فقہ اور سنت کو محفوظ رکھا جو لوگوں تک پہنچا۔

امام سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں سب روئے زمین پر بسنے والوں سے بڑھ کر فقہ جاننے والے امام ابوحنیفہؒ تھے۔

(امام بخاریؒ کے شیخ، سلسلہ ثلاثیات کے اہم رکن، امام اعظمؒ کے ارشد تلمیذ اور محدثین کبار اور فقہاء عظام کے استاد) امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اعلم اہل الارض تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۰۷) -

علامہ ابن خلدونؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ امام موصوف علم حدیث کے بڑے

مجتہدین میں سے تھے۔ (مقدمہ ص ۴۴۵) اور لکھتے ہیں کہ فقہ میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ کوئی دوسرا ان کی نظیر نہیں ہوسکتا اور ان کے تمام ہم عصر علماء نے ان کی اس فضیلت کا اقرار کیا ہے، خاص طور پر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے۔ (مقدمہ ص ۴۴۷)

علامہ محمد طاہرؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام موصوف کی مقبولیت کا کوئی خاص راز اور بھید نہ ہوتا تو اُمت محمدیہؐ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ) کا ایک نصف حصہ کبھی ان کی تقلید پر مجتمع نہ ہوتا۔ (تکملہ مجمع البحار ج ۳ ص ۵۴۷)

مولانا مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ امام ابن معینؒ، امام شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ سب ان کی توثیق کرتے ہیں۔ (تحقیق الکلام ص ۱۴۰)

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث (کی قیود اور شرائط) کے بارے میں جتنی تشدید پابندی اور احتیاط امام ابوحنیفہؒ نے کی ہے اور کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵)

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب ''مقام ابی حنیفہؒ'' میں امام صاحبؒ کے امام حدیث وفقہ ہونے پر باحوالہ سیر حاصل بحث کی ہے اور عناد وتعصب کی وجہ سے جن لوگوں نے ان پر اعتراضات کئے ہیں، ان کے ٹھوس جوابات بھی ہم نے اسی کتاب میں عرض کردیئے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) رقمطراز ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کوفی وی چنانچہ در علم دین منصب امامت دارد ہم چنان در زہد وعبادت امام سالکان است۔
(تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار ص ۹۳)

حضرات اگر امام موصوف میں کوئی خوبی نہ ہوتی تو اُمت کی اکثریت کے علاوہ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام وکیعؒ بن الجراح، امام ابن معینؒ، یحییٰ بن زکریاؒ وغیرہ ایسے امام حدیث کبھی ان کی تقلید نہ کرتے۔ (دیکھئے طائفہ منصورہ)

شاید نواب صاحبؒ نے بھی امام اعظمؒ کا خطاب متعصب لوگوں کے توحش کو کم کرنے کے لئے اختیار فرمایا ہے اور علامہ ذہبیؒ بھی ان کی تعریف الامام الاعظم سے شروع کرتے ہیں۔

......والفضل ما شهدت به الاعداء......اتنے بڑے ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث کے توثیقی کلمات کے باوجود اُمت کے فقیہ کامل، مجتہد بے مثل، دین کا دلی درد رکھنے والا باعمل عالم امام الائمہ سراج الامۃ اور عبداللہ بن الحارث بن جز اور واثلۃ بن الاسقع وغیرہ جیسے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف زیارت حاصل کرنے والا امام اعظم ابوحنیفہؒ سے تعصب اور توہین آمیز کلمات اور دل آزاری کوئی حدیث کی خدمت نہیں اس کو چھوڑ دو کہیں۔

امام محمدؒ

بعض قاصر اور غیر بالغ نظروں نے امام محمدؒ کی شخصیت کو بھی پہچانا نہیں۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ پندرہ ہزار میں نے نحو، شعر اور ادب کی تعلیم پر صرف کیے اور پندرہ ہزار حدیث اور فقہ کی تعلیم پر۔ (بغدادیؒ ج ۲ ص ۱۷۳)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھ پر علم کی اتنی راہیں نہ کھلتیں جتنی اب کھلی ہیں اور میں نے امام محمدؒ سے بڑا کوئی شخص کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا۔ (شذرات الذھب ج ۱ ص ۳۲۳)

امام ابوعبیدؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے بڑا کوئی کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا۔ (بغدادی ج ۲ ص ۱۷۵)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس سے کوئی مشکل مسئلہ پوچھا جائے اور اس کے تیوروں پر بل نہ پڑے ہوں البتہ امام محمدؒ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (ابن خلکان ج ۲ ص ۴۵۴)

امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ آپؒ نے امام مالکؒ اور امام محمدؒ دونوں کی رفاقت کی ہے، ان دونوں میں بڑا فقیہ کون ہے؟ فرمایا، امام محمدؒ باعتبار نفس کے امام مالکؒ سے بڑے فقیہ ہیں۔
(شذرات الذھب ج ۱ ص ۳۲۲)

اس سے ملتے جلتے الفاظ یحیی" بن صالح" سے بھی منقول ہیں۔ (بغدادی ج ۲ ص ۱۷۵)

امام دارقطنی" (المتوفی ۳۸۵ھ) باوجود متعصب ہونے کے امام محمد کو ثقات اور حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بیس عدد ثقات اور حفاظ حدیث نے بیان کی ہے جن میں امام محمد" بن الحسن" الشیبانی، یحیٰی" بن سعید" القطان، عبداللہ بن مبارک"، عبدالرحمٰن بن مہدی" اور ابن وہب" وغیرہ شامل ہیں۔ (بحوالہ نصب الرأیہ ج ا ص ۴۰۹)

امام دارقطنی" ان کو ثقات اور حفاظ میں پہلے نمبر پر بیان کرتے ہیں۔

میری انتہائے نگارش یہی ہے

تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

امام شافعی" فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد" سے زیادہ عقلمند کوئی نہیں دیکھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۰۲)

امام ابن عبدالبر" فرماتے ہیں کہ امام محمد بن الحسن" فقیہ اور عالم تھے۔ انہوں نے امام مالک" سے بہت سی حدیثیں لکھیں ہیں اور اسی طرح ثوری" وغیرہ سے بھی۔

(الانتقاء ص ۱۷۴)

امام ابو یوسف" القاضی

امام ابو یوسف" کے بارے میں فریق ثانی بعض محدثین کا ترکوہ کا جملہ لئے لئے پھرتا ہے حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ امام نسائی" لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔

(ضعفاء صغیر ص ۵۷)

امام بیہقی" کہتے ہیں، وہ ثقہ تھے۔ (سنن الکبریٰ ج ا ص ۳۴۷)

حافظ عبدالقادر القرشی الحنفی" (المتوفی ۷۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام احمد" اور امام ابن معین" اور امام علی بن المدینی" فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۲۱)

علامہ خطیب" لکھتے ہیں کہ امام ابن معین" اور امام احمد بن حنبل" اور علی بن مدینی" سب کا اس

بات پر اتفاق ہے کہ امام ابو یوسف ؒ ثقہ تھے۔ (بغدادی ج ۱۴ ص ۲۴۳)

علامہ ذہبیؒ ان کو الامام العلامہ اور فقیہ العراقیین لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۶۹)

امام مزنیؒ کا بیان ہے کہ فقہاء اور اصحاب الرائے میں وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۸۰)

امام ابن قتیبہؒ (المتوفی ۲۷۶ھ) ان کو صاحب سنت اور حافظ لکھتے ہیں۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۱۷۱)

امام ابن معینؒ ان کو صاحب حدیث اور صاحب سنت کہتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۲۷۰)

اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ اصحاب رائے میں وہ سب سے زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے اور اثبت فی الحدیث تھے۔ (ایضاً)

علامہ ابن خلکان (المتوفی ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ حافظ اور کثیر الحدیث تھے۔

(ابن خلکان ج ۲ ص ۳۰۳)

علامہ عبدالقادرؒ (المتوفی ۶۹۶ھ) لکھتے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک قضاۃ کی تقرری ان کے سپرد تھی۔ (الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۲۲۱)

امام ابن جریرؒ، ابن جوزیؒ اور ابن حبانؒ ان کو عالم، حافظ اور فقیہ کہتے ہیں۔ (مقدمہ زیلعی ص ۴۱)

اور امام یحییٰؒ بن معینؒ سے امام ابو یوسفؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "ثقہ صدوق) (مناقب کردریؒ ج ۱ ص ۲۲۰/مناقب موفق ص ۱۹۲)

امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں کہ مجھے جب طلب حدیث کا شوق حاصل ہوا تو سب سے پہلے میں قاضی ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (بغداد ج ۱۴ ص ۲۵۵)

امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ وہ شیخ اور متقی تھے۔ (لسان المیزان ج ۶ ص ۳۰۱)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حسن الحدیث ہیں۔ (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۳۷۷)

امام ابن عبدالبرؒ، امام طبریؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ فقیہ، عالم اور حافظ

تھے۔ پچاس اور ساٹھ تک حدیثیں وہ ایک مجلس میں یاد کر لیا کرتے تھے اور وہ کثیر الحدیث تھے۔ (الانتقاء ص ۱۲۷/ احسن الکلام ج ۱ ص ۲۷)

(الحاصل حضرت جابرؓ کی حدیث جو کہ ترک قرأت خلف الامام پر واضح تھی تو تعصب والوں نے اس واضح حدیث کے راوی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر مجتہدین، ائمہ کبار کی تضعیف کی جو کہ نہ کہنے کے قابل اور نہ لکھنے کے قابل ہے۔ شاید چودھویں اور پندرھویں صدی کے لوگ قوی ہوں جو اتنے جلیل القدر ائمہ مجتہدین کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ انبیاء علیہم السلام کے سچے جانشین اور دین کے اسرار و رموز اور حقائق جاننے والوں کی بے حرمتی اور توہین کوئی دین کی خدمت نہیں۔ اس کو چھوڑ دیں یہیں، توہین کا نتیجہ برا ہوگا دہیں)۔

اور حسنؒ بن عمارہؒ ان مشائخؒ سے روایت کرتے ہیں۔ یزیدؒ بن ابی مریمؒ، حبیبؒ بن ابی ثابتؒ، شبیبؒ بن عرقدہؒ، حکمؒ بن عتیبہؒ ابن ابی ملیکہؒ الزہریؒ، ابواسحٰقؒ سبیعیؒ فراسی بن یحیٰؒ الھمدانیؒ، منہال بن عمروؒ، محمدؒ بن عبدالرحمٰنؒ مولی آل طلحہؒ، عمرو بن مرہؒ، اعمش وغیرہ اور ان سے روایت کرنے والے یعنی تلامذہ یہ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، سفیانؒ بن عیینہؒ، عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانیؒ، عیسیٰؒ بن یونسؒ، ابو بحر البکراویؒ، ابومعاویہؒ، عبدالرزاقؒ، خلاد بن یحیٰؒ، محمدؒ بن اسحٰقؒ بن یسارؒ اور دیگر بڑی جماعت۔ (تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۵۸)

باوجود اختلاف کے عیسیٰؒ بن یونسؒ فرماتے ہیں کہ حسن بن عمارہؒ شیخ صالح ہیں۔ (مذکور ج ۲ ص ۵۸)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

امام بخاریؒ کے قابل فخر ۲۲ ثلاثیات کے اکثر راوی آپؒ کے شیخ) مکی بن ابراہیمؒ (امام اعظم) ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ مذکور سند کے ساتھ حضرت جابرؓ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور یا عصر کی نماز پڑھا کر پھرے، سو فرمایا کہ تم میں سے کس صاحب نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی ہے۔ سو قوم ساکت ہوگئی یہاں تک کہ بار بار پوچھا، سو قوم میں سے ایک

شخص نے انایارسول اللہ ﷺ کہہ دیا۔ سو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو دیکھ لیا کہ قرآن کے پڑھنے میں میرے ساتھ تنازع اور خلجان پیدا کر رہا ہے اور اس مسند میں یہ آخر الروایات ہے۔

اور حضرت جابرؓ سے یہ روایت صریح نص ہے کہ قرأت خلف الامام سے نہی اور ممانعت خود نبی کریم ﷺ سے صادر ہے۔ سو یہ یا تو محمول ہوگا مطلقاً تحریم پر، سو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ مرجوح روایت یہی ہے اور یا محمول ہوگا کراہت تحریمی پر تعارض ادلہ کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ کراہت تحریمیہ کا مرجع ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے۔ شیخین (حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ) سے بلکہ ہمارے اصحاب ثلاثہ تینوں کا یہ مسلک ہے۔ اس میں امام محمدؒ کا اختلاف نہیں جیسا کہ ہم ذکر کریں گے اور یا کم از کم کراہت تنزیہی ہے اور قرأت چونکہ فاتحہ اور غیر فاتحہ سب کو شامل ہے سو سب کا پڑھنا مکروہ ہوگا۔

اور اس حدیث سے تخصیص کی حاجت نہیں۔ ارشاد ربانی میں کہ...... فاقرؤوا ما تیسر ...... اور ارشاد نبویؐ میں کہ...... لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ...... اس لئے کہ مقتدی حکماً امام کی قرأت کے ساتھ قاری ہیں اور یا ہم یوں کہتے ہیں کہ مخصص خبر واحد نہیں جس سے کتاب اللہ پر زیادتی کا الزام عائد ہو جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

واذ قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا......

''کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو کان لگا کر سنیں اور خاموشی اور سکوت اختیار کریں۔''

اور یا ہم یوں کہتے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والا مخصوص منہ اجماعاً ہے۔ سو اس کے بعد مقتدی کی بھی تخصیص کی جائے گی اس لئے کہ یہ عام مخصوص البعض کے قبیلہ سے ہوا۔ اور اسی روایت سے اس متوھم کا توھم بھی باطل ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور کسی صحابیؓ سے صحیح احادیث سے مقتدی کی قرأت کی نہی نہ صحیح ہے اور نہ ثابت بلکہ ثابت مجرد کفایت ہے اور وہ نہی کو نہیں چاہتی۔

اور میرے نزدیک کفایت کا قول بھی منع عن القرأت کی طرف لوٹتا ہے جب کہ مقدمات صحیحہ ظاہرہ صادقہ ملایا جائے اور یہی مرجع ہے جس کا ذکر کروں گا۔ (تنسیق النظام فی مسند

الامام ص ۶۴)

قوله من صلی خلف الامام...... الخ

یعنی نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

آپ کا یہ ارشاد یہ کنایہ ہے اس سے کہ مقتدی قرأت سے ممنوع ہے اس لئے کہ اگر مقتدی کے لئے قرأت جائز اور مباح ہوتی تو پھر آپ کا سوال کرنا قاری سے اور پھر اس طور وطریقہ سے جواب دینا بے معنی ہو جاتا ہے۔ تاہم اس قول میں اشارہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کفایت کا رجع اس طرف ہے کہ مقتدی قرأت سے ممنوع ہے۔

سو سابقہ وعدہ (سأذکرہ) ہم نے پورا کر دیا اور یہ اس لئے کہ کفایت کے صریح مفہوم سے لازمی معنی منع اور نہی ہے کیونکہ...... ایکم قرأ خلفی...... کے سوال کے جواب میں یہ ارشاد ہوا تو ذکی آدمی خود سمجھ سکتا ہے کہ کفایت کے ساتھ منع لازم ہے۔

اور مذکورہ قول سے اس طرف بھی اشارہ ہوا کہ منع جو کفایت سے کنایہ اور معبر ہے۔ سو یہ معلل ہے علی الاطلاق اس سے کہ یہ آدمی مقتدی خلف الامام ہے کیونکہ مشتق وغیرہ پر حکم اپنے مبدأ سے معلل ہوتا ہے۔ سو نماز خلف الامام کفایت اور منع کے لئے علت ہے۔ سو جہاں مطلق یہ علت پائی گئی تو کفایت اور منع کا حکم جاری ہوگا۔ چاہے نماز جہری ہو اور یا سری اور حکم جہری کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ امام مالکؒ وغیرہ کا خیال ہے۔ (تنسیق النظام فی مسند الامام ص ۶۴)

(قوله رایتک...... الخ) آپؐ کے پیچھے قرأت پڑھنے والے صحابیؓ سے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں پالیا کہ مجھے قرآن پڑھنے میں منازعہ کر کے مخالطہ اور جذب اور خلجان پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ صوت اور آواز اگرچہ ضعیف وخفی همس جیسا ہو تو بھی دوسرے کے لئے معارضہ پیدا کرتا ہے (جیسا کہ دروس اور تراویح میں قرآن سناتے ہوئے ہمارے ساتھ معمول ہے۔) اور اگر ایسا ہے تو مطلقاً انصات اور سکوت واجب ہے بوجہ امتناع اس لازم کے جو کہ ممنوع ہے اور لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے۔ سو مقتدی کی قرأت جو ملزوم ہے، باطل ہوئی بوجہ

بطلان لازم کے جو منازعہ اور مجاز بہ (اور مخالطہ) ہے اور یہ بطلان تمام نمازوں میں ہوئی چاہے جہری ہو اور یا سری۔

پھر یہ حکم عام کیا گیا ہے اگر چہ حقیقی علت نہ پائی گئی ہو جیسا کہ قرأت کی ممانعت ان لوگوں کے نزدیک جو جہری نماز میں منع کرتے ہیں جب کہ مقتدی دور ہونے کی وجہ سے امام کی قرأت نہیں سنتا ہو اور جیسا کہ خطبہ میں سکوت اور خاموشی جب کہ مقتدی خطیب سے بہت دور ہو کہ خطبہ نہ سن سکے۔ اور جیسا کہ سفر کی رخصت جس میں مشقت نہ ہو مثلاً بادشاہوں اور امراء کا (ایئر کنڈیشنڈ جہازوں اور موٹروں میں) سفر اور جیسا کہ مطلقہ عورت کی عدت جب کہ شوہر عورت کو سفر میں طلاق دے دے، ایسی حالت میں کہ شوہر عورت سے کئی سال جدا ہو کیونکہ رحم کی برأت یہاں مدفوع ہے۔ ایسی کئی مثالیں۔

قرأت خلف الامام میں تین مسالک ہیں

اور جان لیں کہ قرأت خلف الامام کا مسئلہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے درمیان مختلف فیہ ہے اور قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں معتد بہا مسالک تین ہیں۔

اوّل......

اوّل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت بالکل نہیں، نہ جہری میں اور نہ سری میں اور یہی امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ اور آپؒ کے تلامذہ کا قول ہے اور اسی قول پر حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو ان سے ارجح الروایہ اور حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت سفیان بن عیینہؒ اور حضرت ابن ابی لیلیٰؒ اور حضرت حسن بن صالحؒ بن حی اور حضرت ابراہیم نخعیؒ اور اصحاب ابن مسعودؓ وغیرہ جو مشہور صحابہؓ اور تابعینؒ ہیں۔

(اور عمدۃ القاری شرح البخاری کے مصنف علامہ بدرالدین) العینیؒ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اسّی (۸۰) نفر کبار صحابہؓ میں سے ہیں جن میں علی المرتضیٰؓ اور عبادلہ ثلاثہؓ

اور ان کے اسامی اہل حدیث کے پاس ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں جنہوں نے ترک قرأت خلف الامام پر فتویٰ دیا تھا وہ اسی (۸۰) سے تجاوز کر گئے ہیں۔ سو یہ اتفاق ان کا بمنزلہ اجماع ہے۔

اور حضرت شیخ الاسلام عبداللہ بن یعقوب البسند مونی ؒ نے کتاب ''کشف الاسرار'' میں حضرت عبداللہ بن زید بن اسلمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ کرامؓ قرأت خلف الامام سے شدت کے ساتھ منع کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ انتہیٰ۔

تاہم محدث موثوق بہ کے ذکر کے بعد ان اقوال کے اسناد کا مطالبہ غیر ضروری ہے اور کیوں ایسا نہ ہو کہ جب علامہ العینیؒ نے فرمایا ہے کہ ان بزرگوں کے اسامی اہل الحدیث کے پاس موجود ہیں۔ سو عدم اطلاع قصور نظر و قصور عبور اور قلۃ استقراء و تلاش کی وجہ سے ہے۔

ثانی......

اور ثانی یہ کہ مقتدی سری نماز میں قرأت پڑھے گا مگر جہری میں نہیں پڑھے گا اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور اسی پر قول کیا ہے سعیدؒ بن مسیبؒ اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہؒ بن مسعودؓ اور سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ اور امام زہریؒ و قتادۃؒ و ابن المبارکؒ و احمدؒ و اسحٰقؒ اور طبرانیؒ نے۔ البتہ حضرت احمدؒ فرماتے ہیں کہ جہری میں اگر قرأت سنتا ہے تو قرأت نہ پڑھے ورنہ پڑھے اور یہ روایت حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی ہے مگر مرجوح قول ہے اور یہ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول ہے جو عراق میں فرمایا تھا اور یوں روایت کی گئی ہے حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے۔

الثالث......

تیسرا مسلک یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے گا سری اور جہری دونوں میں اور یہ امام شافعیؒ کا قول

ہے مصر میں اور اسی پر اس کے اکثر تلامذہ اور شاگرد ہیں اور امام اوزاعیؒ اور امام لیثؒ بن سعدؒ اور امام ابوثورؒ اور اسی پر قول ہے حضرت عبادۃ بن الصامتؓ اور حضرت عروہ بن زبیرؒ کا اور سعید بن جبیرؒ اور حسن بصریؒ اور مکحولؒ کا۔

سکتوں کا تذکرہ

اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی روایت کی گئی ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جہری کے اندر قرأت فاتحہ خلف الامام کا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ پڑھے گا تیسرے سکتہ میں۔ سو آپؒ کے نزدیک امام چار سکتے کرے گا۔ ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت کے شروع تک، دوسرا سکتہ ولا الضالین کے بعد اور آمین سے قبل تاکہ اُمّ الکتاب سے تمیز پیدا ہو جائے اور تیسرا سکتہ اس کے بعد مقتدی کی قرأت کے لئے اور چوتھا سکتہ قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے۔

اور مسئلہ قرأت خلف الامام میں شوافعؒ سے دو چیزیں تعجب خیز ہیں۔ اوّل یہ کہ آثار اور اخبار سے چار سکتات ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ سکتہ ثالثہ کا اثبات مشکل بلکہ یہ بھی مشکل کہ دو سکتے ثابت ہو جائیں۔ یہاں تک کہ حضرت سمرہؓ اور حضرت عمرانؓ بن حصین کے درمیان میں اختلاف ہے اور اسی واسطے حنفیہ کے ہاں یہ سکتے نہیں ہیں۔ سو سکتہ اولی کے علاوہ حنفیہ سکتات کے قائل نہیں۔

ثانی تعجب خیز چیز یہ ہے کہ شوافع کے ہاں تمام سکتات مستحب ہیں اور فاتحہ کی قرأت جو اس پر موقوف ہے، وہ واجب ہے اور واجب کا مقدمہ بے شک واجب ہوتا ہے۔ سو اگر امام سکتہ نہ کرے تو اس پر ترک مستحب سے کوئی گناہ لازم نہیں آتا اور مقتدی کے لئے اس صورت میں قرأت ممکن نہ ہو سکی جو کہ واجب تھی۔ تاہم اسی تحقیق کی بنا پر تعارض ادلہ کی وجہ سے بعض علماء نے اپنی تحقیق کے مطابق سورۃ فاتحہ سری نمازوں میں مطلقاً استحباب کے طور پر پسند قرار دیا ہے اور

جہری کے اندر امام کے سکتات میں استحباب کے طور پر پسند قرار دیا ہے بشرطیکہ امام سکتہ کرے ورنہ نہیں، اس تحقیق پر خوب غور کریں۔

اور مسلک اوّل حنفیہ کے لئے دلیل جو انہوں نے پسند کی ہے وہ اپنے ملحقات کے ساتھ اصول اربعہ ہیں۔

اوّل......قرآن حکیم:

سو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

واذا قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون......

''کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو تم کان لگا کر سنو اور خاموش ہو جاؤ شاید تم پر رحم ہو جائے۔''

اور سب فقہاء کرامؒ نے اس پر اجماع اور اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے متعلق ہے۔

شیخ ابن الھمامؒ ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں کہ انصات (چپ ہونا) جہریہ کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ انصات عدم الکلام کا نام ہے تاہم کہا گیا ہے کہ انصات سکوت اور خاموشی ہے استماع اور سننے کے لئے نہ کہ مطلق۔ تاہم آیت کے ساتھ استدلال کا حاصل یہ ہے کہ مراد اور مطلوب دو امر ہیں۔ ایک استماع اور دوسرا سکوت۔ سو دونوں پر عمل ہوگا۔ اوّل خاص ہے جہریہ کے ساتھ اور ثانی اطلاق پر جاری نہیں ہے۔ سو سکوت اور خاموشی قرآن پڑھتے وقت مطلقاً واجب ہے اور یہ بنا ہے اس پر کہ آیت کا شان ورود نماز میں قرأت ہے۔

اور امام بیہقیؒ نے امام احمدؒ سے روایت کی تخریج کی ہے کہ لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے متعلق ہے۔ اور اسی طرح فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۲ ص ۱۴۳)

اور حضرت مجاہدؒ سے روایت کی تخریج کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں قرأت فرما رہے تھے۔ سو آپؐ نے ایک انصاری نوجوان کی قرأت سنی سو یہ حکم نازل ہوا...... **واذا قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا** ...... کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہو سو کان لگا کر سنو اور خاموش ہو جاؤ۔

(اور اسی طرح احکام القرآن ج ۳ ص ۶۱ للامام ابی بکر احمد الرازی حجۃ الاسلام الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ)

اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کی تخریج کی ہے۔ کہا، ہمیں بیان کیا ابواسامہ نے سفیان سے، انہوں نے ابوالمقدام ہشام بن زیاد سے، انہوں نے معاویہ بن قرہ سے کہ میں نے اپنے بعض اشیاخ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے، سے پوچھا، گمان کرتا ہوں کہ عبداللہ بن مغفل نے فرمایا، جس نے بھی قرآن سنا اس پر استماع کان لگا کر سننا اور خاموش ہونا واجب ہے۔ اور فرمایا کہ یہ آیت...... واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ...... قرأت خلف الامام کے حق میں نازل ہوگئی ہے۔ (کہ امام جب قرأت پڑھتا ہو تو تم پر کان لگا کر سننا اور خاموش ہونا واجب ہے)۔

اور ہمارے حنفی حضرات کے کلام میں دلالت ہے کہ جہاں قرآن جہر سے پڑھا جارہا ہو تو مقتدی پر کان لگا کر سننا واجب ہے۔

اور خلاصہ میں ہے ایک شخص فقہ لکھ رہا ہے اور دوسری جانب ایک شخص قرآن پڑھ رہا ہے سو لکھنے والے کے لئے قرآن کا سننا بوجہ شغل ممکن نہیں۔ سو گناہ قاری پر ہے اور بنا اس پر اگر ایک آدمی رات میں چھت کے اوپر قرآن جہر سے پڑھتا ہو اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ اور یہ صریح ہے کہ وجوب مطلقاً ہے اور اس لئے کہ اعتبار لفظ کے عموم کے لئے ہے نہ کہ خصوص سبب۔ انتہیٰ۔

بالجملہ آیت کے ساتھ احتجاج کا حاصل یہ ہے کہ مطلق جاری ہوگا اپنے اطلاق کے ساتھ اور مقید اپنی تقیید کے ساتھ جیسا کہ اصول فقہ میں بیان ہوا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد...... واذا قرئ القرآن ...... میں قرأت جہریہ اور سریہ سے مطلق ہے، سو اس کا اجراء بھی اطلاق سے ہوگا اور یوں ہی انصات بھی جہریہ سے مختص نہیں ہے سو یہ بھی اپنے اطلاق سے چلے گا۔

البتہ استماع جہریہ سے مختص ہے سو وہ اپنی خصوصیت کے ساتھ جاری ہوگا۔ سو کلام کی تقدیر یوں ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہو جہراً یا سراً تو کان لگا کر سننا جہر کے وقت اور انصات کرو

مطلقاً۔اور جب کہ اس کا نزول نماز میں ہے امام کے پیچھے، اس لئے اس باب میں مہتم بالشان ہے سو مقتدی کے لئے پڑھنا خصوصاً جہریہ میں مکروہ تحریمی ہوا اور باقی نماز سے خارج پڑھنے کا حکم۔سورہ یا قرأت خلف الامام کے ساتھ مساوی ہوگا سو اسی طرح منع ہوگا تحریماً یا تنزیہاً۔

اور کوئی دلیل نہیں ہے اس پر کہ آیت جہریہ کے ساتھ خاص ہو کیونکہ قرآن تعاطف یعنی عطف کے ساتھ دلالت نہیں کرتا قرآن فی المورد والمحل للحکم پر جیسا کہ اہل اصول نے اس ارشاد ربانی......اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ......میں وجوہ فاسدہ میں کہا ہے (کہ یہ قول بوجہ عطف) مال صبی میں عدم زکوٰۃ پر دلالت نہیں کرتا سو استماع اور انصات اپنی جگہ علیحدہ دو حکم ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ مجموعہ براُسہ ایک حکم ہو کہ جہریہ کے ساتھ تخصیص پیدا ہو جائے اور اگر آیت کا ورود جہریہ کے ساتھ تسلیم کیا جائے تو بھی تخصیص نہیں ہے جہریہ کے ساتھ کیونکہ عبرت عموم لفظ کے لئے ہے نہ کہ خصوص مورد کے لئے۔اور یوں ہی اگر تسلیم کیا جائے کہ آیت احتمال رکھتی ہے کہ حکم دو ہیں علیحدہ اور مجموعہ ایک حکم ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جب محرم اور مبیح جمع ہو جائیں تو محرم کو غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ ثابت ہے (مثلاً استقبال اور استدبار میں ادبا محرم کو ترجیح دی گئی ہے) اور یہ جو کہا گیا ہے کہ آیت......واذا قرئی القرآن فاستمعوا له وانصتوا......متعارض ہے اس آیت کے ساتھ کہ......فاقرأوا ما تیسر من القرآن......کہ پڑھو جو تمہیں آسان ہو قرآن سے۔اس لئے کہ یہ آیت اپنے عموم کے ساتھ واجب کرتی ہے قرأت امام اور ماموم مقتدی اور منفرد سب پر سو اس کے دو جواب گزر گئے۔ایک تو حدیث نبوی ﷺ کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے سو مقتدی امام کی قرأت کے ساتھ حکماً قرأت پڑھنے والا ہوگا، پس مقتدی نہ پڑھنے میں آیت کا مخالف نہ ہوا۔اور دوسرا جواب یہ ہے کہ امام کو رکوع میں پانے والا قرأت کے حکم سے اجماعاً مخصوص ہے (اور اصولی قاعدے کے مطابق عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے)۔

سو جب ظنی ہوا تو (خبر واحد کے ساتھ) اس پر اضافہ اور اس کی تخصیص جائز ہے۔ان دونوں جوابوں کو عینی نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح وہ عموم جو کہ قطعی نہ ہو سو ان کا انکسار خبر واحد سے جائز ہے اور اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں آیتیں قوۃ اور قطع اور جزم میں مساوی ہیں۔

سو تخصیص کے علاوہ بھی ایک کا دوسرے کے لئے ناسخ بننا ممکن ہے۔

تحقیق سنت اور احادیث النبویہ ﷺ

سو ان میں سے بعض تو احادیث مرفوعہ ہیں (جو کہ نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی ہیں) اور بعض آثار موقوفہ ہیں جو مرفوع کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کہ بغیر سماع کے اس تک پہنچنا مشکل ہے۔ سو احادیث مرفوعہ میں سے ایک حدیث یہ ہے:

حدیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ مرفوعاً فرماتے ہیں:

انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربّنا ولک الحمد......

"تحقیق امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب اس نے اللہ اکبر کہہ دیا تو تم بھی اللہ اکبر کہہ دو اور جب اس نے قرأت شروع کی تو تم چپ اور خاموش رہو اور جب اس نے سمع اللہ لمن حمدہ کہہ دیا تو تم ربنا ولک الحمد کہہ دو۔"

اس کی تخریج امام مالکؒ اور ابوداؤدؒ (ج ا ص ۱۴۰) اور نسائی اور ابن ماجہ (ص ۶۱) (مشکوۃ ج ا ص ۸۱) نے کی ہے اور...... **واذا قرا فانصتوا**...... کی زیادتی امام مسلم (ص ۱۷۴) نے اپنی صحیح کے اندر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث میں حضرت سلیمان التیمیؒ کی حدیث سے کی ہے۔ اور (ابوعوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

واذا قرا فانصتوا......اور جب امام پڑھے سو تم سب چپ اور خاموش رہو۔ اس کی تصحیح امام احمدؒ بن حنبلؒ اور ابوبکرؒ بن اثرمؒ تلمیذ احمدؒ اور ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں اور ابوعمرؒ بن حزمؒ الاندلسی اور زکی الدین المنذریؒ اور الحافظ ابن حجر العسقلانیؒ اور تمام حنابلہؒ اور موالکؒ اور احنافؒ نے کی ہے۔

اور اس حدیث کی تخریج ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور...... **واذا قرئ فانصتوا**...... کو

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے تخریج کی ہے۔ اور ان دونوں کی روایت کی تصحیح امام مسلمؒ نے کی ہے۔ سوانہوں نے حضرت ابوموسیٰ کی حدیث کو تشہد مسلم میں ذکر کیا ہے اور امام مسلمؒ کے تلمیذ نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے متعلق سوال کیا، سو امام مسلمؒ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے۔ (مسلم ص ۱۷۴ اعرف الشذی علی الترمذی ج ۱ ص ۱۷۸)

صاحب تنسیق النظام فرماتے ہیں کہ یہ حکم بالکل واضح اور روشن ہے کہ امام کی قرأت کے وقت چاہے نماز سری ہو یا جہری علی الاطلاق سکوت واجب ہے اور اس میں جہری کی تخصیص بالکل نہیں۔ سو جہری کے ساتھ تخصیص کرنا تخصیص بلا دلیل ہے اس لئے کہ قرأت مطلق ہے جس کا اطلاق سری جہری دونوں پر آتا ہے۔ (تو تو بلا دلیل کیوں دھوکہ کھاتا ہے، عاجز جو بتاتا ہے انشاء اللہ دلیل سے دکھاتا ہے اور صحیح راستے پر لگاتا ہے اگر تو کان لگاتا ہے تو امام اعظمؒ سے کون بھگاتا ہے۔ احقر)۔

اس حدیث پر معترضین کا اعتراض دو وجوں سے ہے۔

الاوّل......

کہ ابوداؤد نے کہا ہے...... واذا قرأ فانصتوا ...... کہ جب امام قرأت کرے تو تم چپ اور خاموش رہو۔ یہ زیادتی محفوظ نہیں اور توھم ہمارے نزدیک ابوخالدؒ کی وجہ سے ہے۔

الثانی......

تحقیق امام بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کی حدیث کی روایت کے بعد فرمایا ہے کہ حفاظ نے اجماع کیا ہے یہ زیادتی حدیث میں خطا ہے اور ابوداؤدؒ اور ابوحاتمؒ اور ابن معینؒ اور حاکمؒ اور دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی محفوظ نہیں ہے۔ کذا قال العینی۔

دونوں اعتراضوں کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

الاوّل......

وہ جو ابن الھمامؒ نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے کہ جب حدیث کا طریق صحیح معلوم ہوا اور رواۃ ثقہ ہیں تو پھر معترضین کے اعتراض کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

الثانی......

منذریؒ نے اپنے مختصر میں ابوداؤدؒ کے نظریہ پر نظر کی ہے کہ تحقیق ابوخالد الاحمر سو یہ سلیمان بن حیانؒ ہیں اور یہ ان ثقات میں سے ہیں جن پر بخاریؒ اور مسلمؒ نے (اعتماد کر کے) حجت حاصل کی اور باوجود اس کے اس زیادتی میں یہ صاحب منفرد نہیں بلکہ اس زیادتی میں ابوسعید محمدؒ بن سعدؒ الانصاری الاسلمی المدنیؒ نزیل بغداد نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔

الثالث......

تحقیق مذکورہ حدیث ابن عجلانؒ کی جس میں...... واذا قرئی فانصتوا...... کی زیادتی موجود ہے، اس کی تصحیح ابن خزیمہؒ نے کی ہے۔

الرابع......

تحقیق امام مسلمؒ نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مذکور حدیث میرے نزدیک درست اور صحیح ہے تو کسی معترض نے امام مسلمؒ سے کہا کہ یہاں پر آپؒ اس حدیث کی تضعیف کیوں نہیں کرتے؟ تو امام مسلمؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ جو کوئی بھی صحیح ہو تو اس کو مسلم میں رکھوں بلکہ وہ رکھتا ہوں جس پر ائمہ کا اجماع ہو جائے۔ کذا قالہ العینیؒ۔ یوں ہی کہا ہے علامہ بدرالدین عینیؒ صاحب عمدۃ القاری شارح البخاری نے اور کہا کہ یہ ہے مسلمؒ جو ائمہ حدیث اور اہل نقل کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہیں جس نے اس حدیث کی صحت پر بے شک حکم فرمایا ہے تا ہم اس تحقیق سے امام بیہقیؒ اور ان کے امثال کے کلام کی تردید ہوگئی۔

الخامس......

پانچواں جواب وہ ہے جس کو ائمہ فن اور رجال الحدیث کے بعض علماء نے ابوخالدؒ اور محمدؒ بن عجلانؒ کی توثیق میں نقل کیا ہے اور تقریب میں ابوخالد الاحمرؒ سلیمانؒ بن حیانؒ کو مرتبہ خامسہ اور طبقہ ثامنہ میں ذکر کیا ہے اور مسلم کی یہ روایت کہ...... واذا قرئی فانصتوا...... مسلم کے علاوہ دیگر معتبر اور مستند کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً ابوداؤد ج۱ ص۱۴۰/ مسند احمد ج۴ ص۴۱۵/ دار قطنی ج۱ ص۱۲۵/ بیہقی ج۲ ص۱۵۵/ ابن ماجہ ص۶۱/ محلی ابن حزم ج۳ ص۲۴۰/ مشکوٰۃ ج۱ ص۸۱/

جامع صغیر سیوطی ص ۳۰/ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۶۰۲/ فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۴۴/ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۴۹/ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۴/ توجیہ النظر ص ۲۳۰/ شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۴۵/ فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۱/ زہر الربی ج ۱ ص ۹۹/ درایہ ص ۹۹/ ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۰/ اعلاء السنن ج ۴ ص ۴۲/ کتاب القراۃ ص ۸۷/ امام الکلام ص ۱۱۱/ کنز العمال ج ۴ ص ۶۶، ۱۸۷ ج ۲/ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۱/ شرح نقایہ ص ۸۳/ عون الباری ج ۲ ص ۳۶۴/ عون المعبود ج ۱ ص ۳۲۵/ تنقیح الرواۃ ج ۱ ص ۱۵۲/ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۰/ فصل الخطاب ص ۲۷/ آثار السنن ج ۱ ص ۸۵/ جوہر النقی ج ۱ ص ۱۵۳/ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۵۹/ کتاب العلل ج ۱ ص ۱۶۴/ شرح المغنی للکبیر ص ۱۳/ منتقی الاخبار ج ۲ ص ۱۳۴/ تعلیق المغنی ج ۱ ص ۱۲۴/ فتح الملہم ج ۲ ص ۲۲/ جزء القراۃ ص ۵۶/ تنوع العبادات ص ۸۶/ ازالۃ الستر ص ۵۱/ خاتمۃ الخطاب ص ۱۶/ بذل المجہود ج ۲ ص ۵۵/ برہان العجائب ص ۱۰۴/ عقیدۃ المحمدیہ ج ۲ ص ۱۹۳ وغیرہ۔ احسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۶۔

تاہم معترضین نے اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں قتادۃؒ مدلس ہیں۔ ان بے شمار حوالہ جات کے باوجود کمزور پوزیشن کے تھامنے کے دلئے معترض نے ائمہ مجتہدین کے شیخ امام قتادۃؒ (المتوفی ۱۱۷ھ) پر تیر چلا کر معاف نہ کیا۔ احقر۔

الجواب......

حضرت شیخ فرماتے ہیں، یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ یہ روایت مسلم کی ہے اور بخاری و مسلم کی ثقہ رواۃ سے مروی جملہ روایات کے صحیح ہونے پر اُمت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اگر صحیحین کی معنعن حدیثیں صحیح نہیں تو اُمت کا اتفاق اور اجماع کس چیز پر واقع ہوا ہے جب کہ راوی بھی سب ثقہ ہیں۔ ثانیاً یہ روایت ابوعوانہ کی ہے اور انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے لہٰذا قتادۃؒ کی اس سند کا صحیح ہونا ظاہر ہے۔ ثالثاً محدثین کا اتفاق ہے کہ مدلس راوی کی تدلیس صحیحین میں کسی طرح بھی معتر نہیں ہے چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری و مسلم میں جو تدلیس واقع ہو تو وہ دوسرے دلائل سے سماعت پر محمول ہے۔ (مقدمہ ص ۱۸/ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰۹)

یعنی اگر صحیحین میں کوئی مدلس راوی عنعنہ سے روایت کرتا ہے اور محدثین کرامؒ کے نزدیک وہ ایسی ہے جیسے اس راوی نے حدثنا اور اخبرنا وغیرہ سے تحدیث کی ہو اور علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ امام اعمشؒ، قتادہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ سے بخاری و مسلم میں جو روایتیں عنعنہ سے مروی ہیں، وہ سماع پر محمول ہیں۔ اگرچہ ہمیں ان کی تحدیث پر اطلاع نہ ہو سکے کیونکہ امام بخاریؒ و مسلمؒ سے متعلق ہم یہی اچھا اور نیک گمان قائم کر سکتے ہیں۔ (قسطلانی ج اص ۹)

امام سبکیؒ نے علامہ مزنیؒ سے سوال کیا کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے جو روایتیں عنعنہ کے ساتھ نقل کی ہیں، کیا ان میں صراحت کے ساتھ تحدیث بھی ثابت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اکثر روایات میں اس کا ثبوت موجود نہیں ہے مگر ہمیں تحسین ظن کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔

(تدریب الراوی ص ۵۹)

رابعاً قتادہؒ کا شمار طبقہ اولی کے ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی کتاب میں مضر نہیں ہے چنانچہ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ مدلسین کا ایک گروہ وہ ہے جو اپنے جیسے یا اپنے سے بڑھ کر یا اپنے سے کچھ کم ثقہ راویوں سے روایت کرتا ہے مگر وہ اس زمرہ سے خارج نہیں جس کی روایتیں قابل قبول ہوتی ہیں۔ سو ایسے مدلسین میں سفیانؒ طلحہؒ بن نافعؒ اور قتادہؒ بن دعامہؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث ص ۱۰۳)

علامہ جزائریؒ علامہ ابن حزمؒ سے محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تدلیس کے صحیح ہیں اور ان کی تدلیس سے صحتِ حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا چنانچہ لکھتے ہیں کہ ان مدلسین میں جلیل القدر محدث اور مسلمانوں کے امام شامل ہیں جیسے حسن بصریؒ، ابو اسحٰق السبیعیؒ، قتادہؒ بن دعامہؒ، عمروؒ بن دینارؒ، سلیمانؒ، اعمشؒ، ابو الزبیرؒ، سفیان ثوریؒ اور سفیان عیینہؒ وغیرہ۔ (توجیہ النظر ص ۲۵۱)

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ پہلے تو صحیحین میں کسی راوی کی تدلیس مضر نہیں، قتادہؒ کی ہو یا کسی اور راوی کی اور پھر قتادہؒ کا شمار محدثین کے نزدیک ان مدلسین میں ہوتا ہے جن کی تدلیس کسی محل اور کسی موقع پر مضر نہیں ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام دار قطنیؒ نے جو یہ کہا ہے کہ قتادہؒ مدلس ہیں لہٰذا یہ روایت متصل نہیں مردود ہے اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ امام مسلمؒ یہ قاعدہ جانتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ قتادہؒ مدلس ہیں۔ اگر امام مسلمؒ کے نزدیک قتادہؒ کا سماع ثابت نہ ہوتو وہ اس سے احتجاج نہ کرتے۔ (پھر آگے فرمایا) اور امام دار قطنیؒ نے قتادہ جیسی شخصیت کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے جن کا مقام عدالت اور حفظ اور علم اور کمال کے انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔ یہ حضرات محدثین کرامؒ کا طے شدہ ضابطہ ہے۔

(احسن الکلام ج ۱ ص ۲۵۱)

حضرت قتادہؒ کے متعلق محمد ابن ناصر الدینؒ کا بیان ہے کہ وہ مفسر قرآن آیۃ فی الحفظ اور نسب دانی کے امام تھے۔ (شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۵۳)

ابن سعدؒ ان کو ثقہ مامون اور حجت لکھتے ہیں۔ (طبقات ج ۷ ص ۱ قسم دوم)

عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ کا بیان ہے کہ قتادہؒ حمید کے جیسے پچاس آدمیوں سے زیادہ بڑے حافظ تھے۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ قسم اوّل ص ۵۷)

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ وہ بصرہ کی جماعت افتاء کے ایک معزز رکن تھے۔ (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۷)

ابن سیرینؒ کا بیان ہے کہ قتادہؒ سب لوگوں سے زیادہ بڑے حافظ تھے۔ (کتاب العلل ترمذی ج ۲ ص ۲۳۸/تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۱)

علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ اور علامہ لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص 115)

حافظ ابن کثیرؒ ان کو احد علماء التابعین والائمۃ العاملین لکھتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۳۱۳)

امام بیہقیؒ ان کو حافظ حدیث لکھتے ہیں۔ (سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۶)

۱۱۷ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۵)

بڑوں کی محنت اور چھوٹوں کی خوشی۔ (احقر)

تاہم مسلم کی حدیث پر تائیدات اور پھر حضرت قتادہؒ کی عظمت پر تدلیس کا دھبہ دور ہو کر ان کی شان معلوم ہوئی۔ اب حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی حدیث میں...... واذا قرئ فانصتوا...... کی زیادت کو صحیح سمجھنے والے یہ حضرات ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ مسند احمد ج۴ ص۳۸۶/ تعلیق الحسن ج۲ ص۸۶/ فتح الملہم ج۲ ص۲۲/ امام مسلم صحیح مسلم ج۱ ص۱۷۴/ درایہ ص۹۴/ امام نسائی بحوالہ فتح الملہم ج۲ ص۲۲/ امام ابن جریرؒ تفسیر ج۹ ص۱۱۰/ علامہ ابن حزم بحوالہ فتح الملہم ج۲ ص۲۲/ امام منذریؒ عون المعبود ج۱ ص۲۳۵/ تعلیق المغنی ج۱ ص۱۲۴/ تحقیق الکلام ج۲ ص۸۳/ فصل الخطاب ص۷۹/ حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ج۲ ص۲۸۰/ امام اسحق بن راھویہ جوہر النقی ج۲ ص۱۵۷/ تنوع العبادات ص۸۶/ امام ابوبکر بن اثرم فتح الملہم ج۲ ص۲۲/ حافظ ابن حجر فتح الباری ج۲ ص۲۰۱/ امام ابوزرعہ رازیؒ مقدمہ فتح الباری ص۳۴۵/ قسطلانی و تدریب الراوی ص۴۳/ مقدمہ مسلم ص۱۳/ وازالہ ستر ص۵۲/ امام موفق الدین ابن قدامہ مغنی ج۱ ص۶۰۵/ امام شمس الدین ابن قدامہ شرح مقنع للکبیر ج۲ ص۱۳/ امام ابن حزیمہؒ برھان العجائب امام ابوعمر بن عبدالبر فصل الخطاب ص۷۹/ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فتاویٰ ص۴۱۲/ تنوع العبادات ص۸۶/ امام ابوعوانہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کی روایت متعدد اسانید سے انہوں نے صحیح میں درج کی ہے۔ نواب صدیق حسن خانؒ عون الباری ج۱ ص۳۲۳/ علامہ ماردینیؒ الجوہر النقی ج۲ ص۱۵۷/ علامہ عینیؒ عمدۃ القاری ج۳ ص۵۶۔ امام ابن معینؒ، امام عثمان بن ابی شیبہؒ، امام سعیدؒ بن منصور خراسانیؒ، امام علیؒ بن المدینیؒ، امام ابن صلاحؒ وغیرہ وغیرہ محدثینؒ و فقہاءؒ اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔ جب سو فیصدی حنفیؒ و مالکیؒ اور حنبلیؒ اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں اور جب شوافع اور غیر مقلدین حضرات کا ذمہ دار منصف مزاج اور معتدبہ گروہ...... واذا قرأ فانصتوا...... کی زیادت کو صحیح سمجھتا ہے تو اس کے صحیح ہونے میں کیا شک ہے اور یہ بھی طے شدہ قاعدہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے تو پھر نہ معلوم اس زیادت کی صحت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت شیخ صفدر مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ امام مسلمؒ کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے جس سے

امام بیہقیؒ نے اصل مضمون کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

وفی حدیث جریرؒ عن سلیمان التیمیؒ عن قتادۃؒ من الزیادۃ واذا قرئی فانصتوا ولیس فی حدیث احد منھم فان اللّٰہ عزوجل قال علیٰ لسان نبیہ ﷺ سمع اللّٰہ لمن حمدہ الافی روایۃ ابی کامل وحدہ عن ابی عوانۃ.

(مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)

اس عبارت کو اچھی طرح دیکھ لیں اور پھر امام بیہقیؒ کے اس ادعاء کی داد دیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

واذا قرأ فانصتوا لیس فی حدیث احد منھم. (کتاب القرأۃ ص ۸۷)

واذا قرأ فانصتوا ...... کی زیادت ان میں سے کسی کی روایت میں نہیں۔ (حالانکہ) امام مسلم کے قول ...... ولیس فی حدیث احد منھم ...... کا تعلق ماقبل ...... واذا قرأ فانصتوا ...... سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق مابعد ...... فان اللّٰہ قال علی لسان نبیہ ...... کے ساتھ ہے اور یہ مضمون صرف ابو کاملؒ کی روایت میں ہے اور کسی نے اس کو نقل نہیں کیا مگر امام بیہقیؒ ...... ولیس فی حدیث احد منھم ...... کا تعلق ماقبل ...... واذا قرأ فانصتوا ...... کے ساتھ جوڑ کر خود غلط فہمی کا شکار ہوئے اور دوسروں کو مغالطہ دے رہے ہیں۔

(اگر لیس فی حدیث احد منھم کا تعلق ماقبل واذا قرأ فانصتوا سے ہے تو اوپر بے شمار حوالہ جات کا کیا معنی ہے۔ احقر)

فسامحہ اللّٰہ تعالیٰ بعموم فضلہ والعصمۃ بید اللہ تعالیٰ. (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۶۱)

(سو ناقلین نے بھی بلا تحقیق اپنے مشن کے لئے خوش اسلوبی سے دنیا کی کتابوں کو بھر دیا اور قارئین کرام کو حقیقت معلوم ہوگئی۔ فللّٰہ الحمد۔ احقر)

حدیث نبوی ﷺ

اوران مرفوع احادیث النبویہ ﷺ میں سے ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔(ابن ماجہ ص ۶۱) تاہم اس کا مخرج اور تصحیح اور توثیق رواۃ اور تعدیل رجال گزر گیا، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ ابن الھمامؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی کی قرأت شرعاً ثابت ہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ سو اگر مقتدی نے بھی قرأت کی تو مقتدی کے لئے ایک ہی نماز میں دو قرأتیں ہو گئیں اور یہ مشروع نہیں۔ انتہیٰ۔

جیسا کہ وضو اور تیمم کا اجتماع اور دونوں سے پاکی جائز نہیں البتہ پانی مشکوک ہو اور یہاں تو شک بھی نہیں کہ تجھے پریشان کرے۔

(تنسیق ص ۵۵)

اور یہ بھی جائز نہیں کہ امام تو خاموش اور چپ ہو جائے اور مقتدی کی قرأت سنے پھر تو امام مقتدی بن گیا اور مقتدی امام ایک ہی حالت میں۔ پھر بیہقیؒ نے اس حدیث کو ترک الجہر بالقرأۃ خلف الامام پر محمول کیا ہے یعنی امام کے پیچھے مقتدی جہر نہ کرے اور قرأۃ الفاتحہ دون السورۃ پر کہ فاتحہ تو پڑھے مگر ضم سورۃ نہ کرے۔

تاہم یہ تخصیص بلا مخصص ہے اور مضمون حدیث سے کئی مراحل کے ساتھ دوری ہے اور مقصود حدیث سے کئی منازل کے ساتھ بعد ہے جس کا الفاظ حدیث سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ اس کی طرف اس میں بالکل کوئی اشارہ ہے اور کیونکر ایسا نہیں جب کہ یہ واقعہ ظہر اور عصر کی نماز کا ہے جس پر روایۃ الامام شاہد ہے۔ پس کیا معنی ہے ایک شخص کے جہری قرأت کا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جب کہ امام خود جہر نہیں کرتا تو پھر مقتدی کے جہر کا آپ کو کیا گمان ہے؟ (واضح احادیث میں صرف مسلک کی خاطر یوں سینہ زوری کرنا تفسیر بالرائے ہے۔ احقر)۔

حدیث نبوی ﷺ

اور ان مرفوع احادیث النبویہ ﷺ میں سے حضرت ابوالدرداءؓ کی حدیث ہے جس کی امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں تخریج کی ہے ہارونؒ سے، انہوں نے زیدؒ سے، انہوں نے معاویہؒ سے، انہوں نے ابوالزاھریہؒ سے، انہوں نے کثیرؒ بن مرۃ الحضرمیؒ سے، انہوں نے حضرت ابوالدرداءؓ سے سن کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا، آیا ہر نماز میں قرأت ہے۔ فرمایا، ہاں۔ ایک شخص انصاریؓ نے کہا، واجب ہوگئی۔ سو میری طرف التفات کیا اور میں قوم میں آپؐ کے قریب تھا۔ سو فرمایا، میں گمان نہیں کرتا جب کہ امام نے امامت کی مگر اس کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔

امام نسائیؒ کا اعتراض

امام نسائیؒ فرماتے ہیں، یہ نسبت رسول کریم ﷺ کی طرف خطا بلکہ یہ ابوالدرداءؓ کا قول ہے۔

جواب

ابن الھمام ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں۔ اگر یہ کلام النبی ﷺ نہ ہوتا بلکہ حضرت ابوالدرداءؓ کا کلام ہوتا تو حضرت ابوالدرداءؓ نبی کریم ﷺ سے روایت نہ کرتے کہ ہر نماز میں قرأت ہے اور امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔ مگر اپنے علم کے موافق وہ روایت کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ اور امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوالدرداءؓ کی تحقیق دیکھی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ایسا ہی کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے لہٰذا حضرت ابوالدرداءؓ کے نزدیک مقتدی کے اوپر قرأت نہیں ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ سو یہ موقوف ہے جو کہ مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ یہ مسئلہ سماعی ہے اور کیوں ایسا نہ ہو حضرت ابوالدرداءؓ تو

نبی کریم ﷺ کی حدیث کی مخالفت نہیں کر سکتے جب کہ آپؐ سے سنی ہو اور روایت کی ہو۔ مگر حضرت ابوالدرداءؓ کو خصوصاً اس صورت کا علم اور سماع ہوگا نبی کریم ﷺ سے کہ قرأت خلف الامام نہیں ہے اور امامت مطلق ہے سری ہو یا جہری ہو مقتدی کے لئے قرأت کا نہ پڑھنا بلا امتراء وشک دونوں کو شامل ہے۔ فافہم۔

حدیث نبوی ﷺ

اور ان مرفوع احادیث النبویہ ﷺ میں سے حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث ہے جس کی تخریج آپؒ سے دار قطنیؒ نے کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، ایک شخص آپؐ کے پیچھے پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ فارغ ہو گئے تو ارشاد فرمایا کہ فلاں سورۃ پڑھتے ہوئے مجھے کس نے خلجان میں ڈال دیا سو سب کو منع کر دیا قرأت خلف الامام سے۔

امام دارمیؒ کا اعتراض

تاہم اس حدیث کو دار قطنیؒ نے معلول قرار دیا ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کے علاوہ کسی نے ایسا نہیں کہا ہے بالجملہ مقابل کے لئے نہی کی محفوظیت میں کلام ہے یعنی کہ آپؐ نے قرأت خلف الامام سے روکا ہے کیونکہ حدیث کا دوران حجاج بن ارطاۃ پر ہے اور کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ لا یحتج بہ ہیں۔

جواب

لیکن ہم کہتے ہیں:

اولاً...... کہ یہ محتج بہ ہیں اور ثقہ اور صدوق ہیں اور اصحاب رجال الحدیث نے اس کی تعدیل کی ہے اور تقریب میں اس کو مرتبہ خامسہ اور طبقہ سابعہ سے قرار دیا ہے اور ثقہ کی زیادۃ قابل قبول ہے۔

ثانیاً...... تحقیق اگر نہی کا لفظ غیر محفوظ بلکہ واجب الحذف تسلیم کیا جائے تو بھی ہمارے لئے مضر نہیں اس لئے نہی کا معنی باوجود لفظ نہی کے اس کی دلالت لفظ نہی پر موقوف نہیں بلکہ یہ معنی لفظ محاجہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ لفظ محاجہ طعن اور تعریض کے طور پر بطریق اشارہ اس ممانعت پر خود دلالت کرتا ہے اور یہ صراحت سے ابلغ ہے اور اسی ممانعت کی طرف اشارہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا کسی کے ساتھ محاجہ کو کوئی محمود نہیں سمجھتا بلکہ مذموم اور شنیع اور قبیح سمجھتا ہے اور یہی نہی اور منع کا معنی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

اور ان مرفوع احادیث النبویہ ﷺ میں سے عبداللہ بن شداد بن الھادؓ کی حدیث ہے جو کہ نبی کریم ﷺ سے مرسلا مروی ہے جس کی تخریج (امام) محمدؒ نے من طریق اسرائیل عن موسیٰ عن عبداللہ کی ہے اور دار قطنیؒ وغیرھما نے بھی کی ہے اور تعصب والے محدثین نے من حیث الارسال تو تصحیح کی ہے لیکن جس کی روایت امام اعظمؒ اور حسن بن عمارہؒ نے موسیٰؒ سے اور انہوں نے عبداللہ سے اور انہوں نے حضرت جابرؓ سے مسنداً مرفوعاً روایت کی ہے اس کی مسند ہونے میں تکلم کیا اور تحقیق اس حدیث کے اتصال کی تصحیح بھی پہلے گزر گئی۔ سو اگر مان لیا جائے کہ صحیح یہی مرسل ہے سو مراسیل ہمارے نزدیک حجت ہیں اور یہ مرسل مفصل حدیث ہے جو قصہ پر مشتمل ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ کے پیچھے قرأت پڑھی تو ساتھ والے نے غمز کر کے چنڈی ماری۔ نماز کے بعد اس نے کہا کہ تو نے مجھے کیوں چنڈی ماری؟ کہا، رسول اللہ ﷺ آپ کے آگے ہیں سو رسول کریم ﷺ کے پیچھے پڑھنا برا ہے؟ پس آپؐ نے سنا اور فرمایا کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے اور یہ ان احادیث میں سے ہے جو دلالت کرتی ہیں قرأت خلف الامام کی کراہیت پر ان وجوہ سے جس کا سند متصل میں ہم نے ذکر کیا اور اس کا جہری قرأۃ پر حمل کرنا ممکن نہیں جیسا کہ گزر گیا

اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے سری نماز میں قرأت سے منع پر نہ کہ بالخصوص جہری نماز پر جیسا کہ بعض نے زعم کیا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

اور ان ہی مرفوع احادیث النبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جس کی تخریج امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور اربعہ نے کی ہے اور اس کی تصحیح امام ابن حبانؒ نے کی ہے اور امام محمدؒ نے اپنی مؤطا میں امام مالکؒ سے اور انہوں نے امام زہریؒ سے اور انہوں نے ابن اکیمہ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ آپؐ جہری نماز سے فارغ ہو گئے (معلوم ہوا کہ محل جدا جدا ہے) سو فرمایا کیا میرے ساتھ کسی نے قرأت پڑھی ہے؟ سو ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے پڑھی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں میرے ساتھ قرآن میں کیوں تنازع ہوتا ہے۔ سو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہری نمازوں میں قرأت سے باز آ گئے جب کہ یہ سنا۔ انتہیٰ۔

اور اس حدیث کی تضعیف کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ جید الاسناد ہے اور ابن اکیمہؒ راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث اگر چہ بظاہر مذہب امام مالکؒ کی موافقت کر رہی ہے لیکن حقیقت میں گہری نظر کے ساتھ دیکھنے میں ہماری مؤید ہے کیونکہ ممانعت اور استکراہ کا منشیٰ منازعت اور مجازبہ ہے اور یہ سری میں بھی متصور ہے جب کہ پڑھنے والا امام کے قریب ہو کیونکہ سری صوت قرب اور دل میں سنی جاتی ہے سو عموم علت کے وقت (ترک قرأۃ کا) حکم عام رکھا جائے گا۔

البتہ حدیث میں نماز کی تخصیص جہریہ کے ساتھ سو ہمارے نزدیک مفہوم مخالف مراد نہیں اس لئے کہ ہم مفہوم مخالف کے قائل نہیں۔ اور جو حضرات مفہوم مخالف کے قائل ہیں، ان کے ہاں یہ شرط ہے کہ وہ موقع قیاس کا نہ ہو اور یا مفہوم موافقت یعنی دلالۃ النص کا اور یہاں پر یہ مفقود ہیں۔ سو ہمارا احتجاج آپؐ کے اس قول سے ہے:

مالی انازع القرآن لا بما ورد فی الحدیث فانتھی الناس عن القرأۃ...... الخ......

(یعنی جہر سے نہیں) برابر ہے کہ یہ ابن شہابؒ کا قول ہو اور یا حضرت ابو ہریرہؓ کا۔

اور حضرات حنفیہؒ کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگوں کی آپؐ سے منازعت کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول کریم ﷺ کو قرأت میں اکیلے نہیں چھوڑتے ہیں بلکہ آپؐ کے ساتھ لوگ بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ زرقانیؒ نے مؤطا کی شرح میں ابوالولید باجیؒ سے نقل کیا ہے۔ قالہ بعض المصنفین اور یہ معنی سری نماز میں بھی مقتدی پر صادق ہے کیونکہ سری نماز میں قرأت پڑھنے والا مقتدی اپنے امام کو قرأت میں اکیلا نہیں چھوڑتا بلکہ اس کے ساتھ پڑھتا ہے اور یہی تنازع کا معنی ہیں۔ (تنسیق النظام علی مسند الامام ص ۶۷)

مؤطا امام محمدؒ اور قرأۃ خلف الامام

باب القرأة فی الصلوٰة خلف الامام.

امام کے پیچھے نماز میں قرأت کا باب۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سری جہری دونوں میں قرأت نہیں ہے اسی پر عام آثار ہیں اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص ۹۷)

حدیث نبوی ﷺ

(امام) محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی (امام) مالکؒ نے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی (امام) زہریؒ نے، انہوں نے ابن اکیمہ اللیثیؒ سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ رسول کریم ﷺ نے انصراف فرمایا اس نماز سے جس میں آپؐ نے قرأت جہر سے فرمائی۔ سو فرمایا آیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت پڑھی ہے؟ سو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے پڑھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، مجھے کیا ہوا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعہ ہوتا ہے۔ سو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہری نماز میں قرأت پڑھنے سے باز آگئے جب کہ یہ سنا۔ (مؤطا امام محمدؒ ص ۹۵)

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ایک فاضل حنفی نے فرمایا کہ لفظ منازعہ دلالت کرتا ہے کہ فاتحہ پڑھنا امام کا حق ہے، مقتدی اس سے چھیننا چاہتا ہے جب کہ مقتدی کا حق نہیں اور منازعہ حق غیر کا چھیننا ہے خصومت اور جھگڑے کے ساتھ۔ (عرف الشذی علی الترمذی ج ا ص ۷۷)

حدیث نبوی ﷺ

(امام) مالکؒ نافعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ سے جب سوال کیا جاتا کہ امام کے پیچھے کوئی قرأت پڑھے گا تو آپؓ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور اگر اکیلا پڑھتا ہے تو قرأت پڑے گا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے۔ (مؤطا امام مالکؒ ص ۶۸ باب ترک القرأۃ خلف الامام)

حدیث نبوی ﷺ

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی (امام اعظم) ابو حنیفہؒ نے، فرمایا ہمیں خبر دی ابوالحسنؒ موسیٰؒ بن ابی عائشہؒ نے عبداللہؒ بن شدادؒ بن الہاد سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص ۹۸)

(سو مقتدی محتاج نہیں کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھے)۔

شیخ ابن الھمامؒ

شیخ ابن الھمامؒ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور علیٰ شرط الشیخین ہے اور بدرالدین عینیؒ نے فرمایا ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔ تحقیق ابو حنیفہؒ سو وہ تو ابو حنیفہ ہیں (یعنی تعارف کا محتاج نہیں) اور موسیٰ ابن ابی عائشہ الکوفی ثقاتِ اثبات اور رجال **الصحیحین** میں سے ہیں اور عبداللہ بن شدادؒ کبار الشامیین اور ان کے ثقات میں سے ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔ انتہیٰ۔

(حاشیہ مؤطا ص ۹۸)

حدیث نبوی ﷺ

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا شیخ ابوعلیؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا محمودؒ بن محمدؒ المروزی نے، کہا ہمیں بیان کیا سہل بن العباس الترمذیؒ نے، کہا ہمیں خبر دی اسمٰعیلؒ بن علیہؒ نے ایوبؒ سے، انہوں نے ابن الزبیرؒ سے، انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

(مؤطا امام محمدؒ ص ۹۹ احکام القرآن ابوبکر الجصاصؒ)

(اسی سند کے رجال شیخ اسمٰعیلؒ سے لے کر حضرت جابرؓ تک ثقات ہیں۔ تحقیق جابرؓ سو جابرؓ جلیل القدر صحابی ہیں جس کا ترجمہ گزرا ہے اور تحقیق اس سے روایت کرنے والے کتاب کے موجودہ نسخہ کے مطابق ابن الزبیرؒ ہیں اور اس کتاب کے علاوہ نسخے کے مطابق مشہور ابوالزبیر ہیں اور اس کا نام محمد بن مسلم بن تدرس بفتح التاء وسکون الدال علی صیغۃ المضارع المکیؒ مولیٰ حکیمؒ بن حزامؓ مکہ کے تابعین میں سے ہیں۔ حضرت جابرؓ و حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے سنا ہے۔) اور اس سے روایت کرنے والے امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ اور سفیان ابن عیینہؒ اور ایوب سختیانیؒ اور ابن جریجؒ اور شعبہؒ اور الثوریؒ وغیرہ حافظ اور ثقہ ہیں۔

توفی ۱۲۸ کذا فی جامع الاصول والکاشف.

اور تحقیق اس سے روایت کرنے والے سو وہ ایوبؒ بن ابی تمیمہؒ کیسان السختیانی ابوبکر البصریؒ ہیں جس نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور حضرت عطاؒ اور حضرت عکرمہؒ اور حضرت عمروؒ بن دینارؒ اور حضرت قاسمؒ بن محمدؒ اور حضرت عبدالرحمٰنؒ بن قاسمؒ وغیرھم سے روایتیں کی ہیں اور ان سے روایت کرنے والے شعبہؒ اور حمادینؒ اور سفیانینؒ اور مالکؒ اور ابن علیہؒ وغیرھم۔

حضرت ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ایوبؒ حدیث میں ثقہ اور ثبت اور جامع کبیر العلم اور حجۃ اور عدل تھے۔ اور ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ تھے اس جیسا تعارف کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور شیخ علیؒ

فرماتے ہیں کہ نافع کی روایات میں سب سے اثبت ایوبؒ اور عبید اللہؒ اور مالکؒ ہیں اور اس کی تعریف میں ثقات نے بہت کچھ کہا ہے جیسا کہ تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب اور تذکرۃ الحفاظ وغیرہ اور اس کی وفات ۱۲۱ھ میں ہوئی ہے۔ (حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص۹۹)

حدیثِ نبوی ﷺ

امام محمدؒ فرماتے ہیں، ہمیں خبر دی اسرائیلؒ نے، کہا مجھے بیان کیا موسیٰؒ بن ابی عائشہ نے عبد اللہؒ بن شدادؒ بن الہادؒ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز کی امامت کرائی۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ کے پیچھے قرأت پڑھی تو ساتھ والے نے چنڈی ماری۔ جب نماز پوری کی تو کہا کہ تو نے مجھے کیوں چنڈی ماری۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپؐ کے آگے تھے سو میں نے مکروہ جانا کہ آپؐ کے پیچھے تو قرأت پڑھے۔ سو آپؐ نے یہ سنا اور فرمایا کہ جس کے لئے امام ہو سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص۱۰۱/ والتعلیق الصبیح ج۱ص۵۰۰)

اور حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی معروف حدیث کہ جس کے لئے امام ہو سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے تو یہ حدیث مرسل اور مسند دونوں طریقوں سے روایت کی گئی ہے لیکن اگر ثقات ائمہ نے اس کو عن عبد اللہ عن النبی ﷺ کی روایت سے مرسل روایت کیا ہے اور بعض نے مسند روایت کی ہے اور ابن ماجہؒ نے بھی مسنداً روایت کیا ہے۔ تاہم اس مرسل کو ظاہر قرآن و سنت سے تقویت پہنچی ہے اور اسی پر صحابہؓ اور تابعینؒ کے جمہور اہل علم نے قول کیا ہے اور مرسل بھی اکابر تابعینؒ سے مروی ہے اور ایسی قسم کی مرسل سے ائمہ اربعہ وغیرہ بالاتفاق حجت پکڑتے ہیں۔ اور تحقیق امام شافعیؒ نے تو اسی قسم کی مرسل سے احتجاج پر تصریح کی ہے، یہ آپؒ کے فتاویٰ کے جلد ثانی میں ہے اور امام موفق الدین ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ خلالؒ اور دار قطنیؒ نے رسول کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ تیرے لئے امام کی قرأت کافی ہے سری ہو یا جہری۔

(مغنی ابن قدامہؒ /التعلیق الصبیح ج۱ص۵۰۰)

☆☆☆

تیسرا باب: آثار صحابہؓ اور تابعینؒ

تحقیق صحابہ کرامؓ وتابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کے آثار

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ جہری میں ہے اور نہ سری میں اور اسی پر عام آثار ہیں اور یہی (امام اعظم) ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(مؤطا امام محمدؒ ص ۹۷)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبیداللہؒ بن عمرؒ بن حفصؒ بن عاصمؒ بن عمرؓ بن الخطاب نے نافعؒ سے، انہوں نے حضرت ابن عمرؓ (المتوفی ۷۴ھ) سے۔ فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس مقتدی کے لئے کافی ہے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص ۹۸)

حضرت ابن عمرؓ کا اثر

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبدالرحمٰنؒ بن عبداللہ المسعودیؒ نے، کہا مجھے خبر دی انسؒ بن سیرینؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ آپؓ سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال ہوا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ امام کی قرأت تیرے لئے کافی ہے۔ (مؤطا ص ۹۸/طحاوی ص ۱۴۴)

اور انس بن سیرینؒ ابوموسیٰؒ انسؒ بن سیرینؒ الانصاری المدنی، یہ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام اور محمد بن سیرینؒ کے بھائی ہیں۔ حضرت انسؓ اور ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے اور اس سے روایت کرنے والے شعبہؒ اور حماد ینؒ ہیں۔ ابن معینؒ اور نسائیؒ اور ابوحاتمؒ وابن سعدؒ اور عجلیؒ نے آپؒ کی توثیق کی ہے۔ ۱۱۸ یا ۱۲۵ھ میں آپؒ نے وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب/حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص ۹۸)

حضرت ابن عمرؓ کا اثر

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسامہؒ بن زیدؒ المدنی نے، کہا ہمیں بیان کیا سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ نے کہ عبداللہؓ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص۹۹)

امام طحاویؒ

امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کی جماعت ہے جنہوں نے ترک قرأت خلف الامام پر اجماع فرمایا ہے اور تحقیق رسول اللہ ﷺ کی دیگر مرویات جن کا تذکرہ ہوا وہ بھی موافقت میں ہیں۔ سو یہی اولیٰ اور توجیہ النظر ہے۔ (طحاوی ج۱ ص۱۴۴)

حضرت ابن مسعودؓ کا اثر

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیانؒ بن عیینہؒ نے منصورؒ بن المعتمرؒ سے، انہوں نے ابووائلؒ سے، کہا عبداللہ بن مسعودؓ سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا، چپ اور خاموش ہو جاؤ، تحقیق نماز میں شغل ہے تیرے لئے امام کافی ہے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص۹۹/ طحاوی ج۱ ص۱۴۳ و ج۱ ص۱۲۹/ مجمع الزوائد ص۱۸۵/ کتاب القرأۃ ص۱۱۶/ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج۲ ص۱۴۵/ آثار السنن ج۱ ص۸۹/ احسن الکلام ص۳۷۹/ الجوہر النقی سنن کبریٰ ج۲ ص۱۶۰/ تفسیر مظہری ج۱ ص۱۷۰ اور جلد۱۰ ص۱۱۹، ۱۲۰)

(ای اشتغالاً للبال فی تلک الحال مع الملک المتعال بمنعها القیل والقال).

سفیان بن عیینہؒ

اور سفیان بن عیینہؒ۔ حافظ شیخ الاسلام ابومحمدؒ سفیانؒ بن عیینہؒ الھلالی المکی فی حرم مکی کے عظیم

محدث ہیں۔آپ کی پیدائش ۱۰۷ھ میں ہوئی اور امام زہریؒ اور زیدؒ بن اسلمؒ اور منصورؒ بن معتمرؒ وغیرھم سے حدیثیں سنی ہیں اور آپؒ سے اعمشؒ اور شعبہؒ اور ابن جریجؒ اور ابن المبارکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ اور یحییٰؒ بن معینؒ اور اسحٰقؒ بن راھویہؒ اور لاتعداد مشائخ نے حدیثیں سنی ہیں۔

امام ذہبیؒ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ امام وحجت اور حافظ واسع العلم کبیر القدر تھے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں، اگر امام مالکؒ اور سفیانؒ نہ ہوتے تو حجاز (مقدس) سے علم ختم ہو جاتا۔اور عجلیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیانؒ ثبت فی الحدیث تھے اور ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیانؒ اثبت الناس فی عمروؒ بن دینارؒ اور اس سے احتجاج پر سب ائمہ کا اتفاق ہے اور تحقیق آپؒ نے ستر (۷۰) حج ادا کئے تھے۔آپ کی وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی ہے۔انتہیٰ۔

(حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص ۹۹)

ابن مسعودؓ کا اثر

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی محمدؒ ابن ابانؒ بن صالحؒ القرشی نے حمادؒ سے، انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے، انہوں نے علقمہؒ بن قیسؒ سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے، نہ جہری میں اور نہ سری میں، نہ اولیین میں اور نہ اخریین میں اور جب اکیلے نماز پڑھتے تھے تو اولیین میں فاتحۃ الکتاب اور سورۃ پڑھتے تھے اور آخریین میں کچھ پڑھتے تھے۔اسی پر ہمارے اصحابؒ نے عمل کیا ہے۔سو کہا ہے کہ فرائض کے اخریین میں قرأت واجب نہیں سو اگر تسبیحات پڑھ لی یا ساکتاً کھڑے رہے تو جائز ہے اور اسی پر سفیان ثوریؒ اور اوزاعیؒ اور ابراہیم نخعیؒ اور سلف العراق نے عمل کیا ہے۔ (حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص ۱۰۰)

ابن مسعودؓ کا اثر

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیان ثوریؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا منصورؒ نے ابووائلؒ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ قرأت کے لئے چپ اور خاموش ہو جاؤ کیونکہ نماز میں شغل ہے اور تیرے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ (مؤطا امام محمدؒ ص ۱۰۰/ طحاوی

ج ا ص ۱۴۳ دوسرے نسخہ میں ج ا ص ۱۲۹/ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۵/ کتاب القراۃ ص ۱۱۶/ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۲ ص ۱۴۵/ آثار السنن ج ا ص ۸۹/ احسن الکلام ص ۳۷۹/ اور شعبہؒ کی روایت جو منصور سے ہے اس میں بھی ایسا ہی ہے اور ابوالاحوصؒ کی روایت جو منصورؒ سے روایت ہے وہ بھی ایسی ہی ہے۔ طحاوی ج ا ص ۱۴۳)

امام محمدؒ

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی بکیرؒ بن عامرؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا ابراہیم نخعیؒ نے علقمہ بن قیسؒ سے، کہا اگر منہ اور دانتوں میں آگ کا انگارہ پکڑوں (باوجود شدید تکلیف دہ ہونے کے) یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ میں امام کے پیچھے قرأت پڑھوں۔ اور یہ بلیغ تشدید ہے قرأت خلف الامام کے متعلق اور بالضرور یہ محمول ہے قرأت مشوشہ لقراۃ القرآن کے اوپر ورنہ یہ مکلف ہے اقوال صحابہؓ اور تابعین اور اخبار مرفوعہ سے جس میں فاتحہ خلف الامام کی تجویز موجود ہے۔

(حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص ۱۰۰)

امام محمدؒ

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسرائیلؒ بن یونسؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا منصورؒ نے ابراہیمؒ سے کہ اول وہ آدمی جو قرأت خلف الامام پڑھ رہا تھا...... رجل اتھم ...... وہ متہم کیا گیا تھا۔ (ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں، یہ صیغہ مجہول کے ساتھ ہے یعنی اس کی نسبت بدعت اور سمعہ ریاکاری کی طرف کی گئی تھی)۔ اور تحقیق عبدالرزاقؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی تخریج کی ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت پڑھی وہ فطرت سے خطا ہو گئے۔

(ذکرہ ابن الھمامؒ / حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص ۱۰۰/ اور طحاوی میں ہے فلیس علی الفطرہ ج ا ص ۱۴۳/ دوسرے نسخے میں ج ا ص ۱۲۹/ منتخب کنزل العمال ص ۱۸۷/ احسن الکلام ج ا ص ۳۸۶)

اور اسرائیلؒ بن یونسؒ۔ یہ ابو یوسف اسرائیل بن یونسؒ بن ابی اسحٰقؒ السبیعیؒ الھمدانی الکوفی

ہیں اور (امام) احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ شیخ تھے۔ اور ابو حاتمؒ فرماتے ہیں، یہ ثقہ اور صدوق تھے۔ اور عجلیؒ اور یعقوبؒ بن شیبہؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ وغیرھم نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۱۶۲ یا ۱۶۳ھ میں علی اختلاف الاقوال وفات پا گئے ہیں۔ (کذا فی تھذیب التھذیب / حاشیہ مؤطا امام محمدؒ ص ۱۰۰)

امام محمدؒ اور حضرت سعدؓ کا اثر

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داؤدؒ بن قیسؒ الفرارؒ المدنی نے، کہا مجھے خبر دی بعض ولد سعد بن ابی وقاصؓ نے (نام نہیں لیا ابن عبد البرؒ استذکار میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے اور صحیح نہیں) کہ بعض ولد سعدؓ نے داؤدؒ کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ مجھے پیارا ہے اس سے کہ جو قرأۃ خلف الامام پڑھے اس کے منہ میں انگارا ہو۔

(مؤطا امام محمدؒ ص ۱۰۲)

امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ داؤدؒ بن قیسؒ نے ابن نجادؒ سے روایت کی ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اولاد میں تھے اور وہ حضرت سعدؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دوں۔

(جزء القرأۃ ص ۱۱)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے، ابن نجاد مجہول ہے۔

جواب

ابن نجادؒ کی جہالت کا دعویٰ کر کے اس اثر سے اغماض کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام حاکمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اولاد میں ۲۵۰ھ تک بڑے بڑے فقیہ، امام، ثقہ اور حافظ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث ص ۵۱)

اور امام بخاری کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے اس لئے ابن نجادؒ (جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اولاد میں سے تھے) کی جہالت کو بہانہ بنا کر اس اثر کو رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام حاکمؒ

کی عبارت کے پیش نظر ابن نجادؒ ثقہ، حافظ اور امامؒ تھے۔ علامہ عینیؒ عبدالرزاق بن ھمامؒ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ داؤد بن قیس محمد بن نجادؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ موسیٰ بن سعدؒ سے کہ انہوں نے حضرت سعدؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض ولد سعدؓ سے مراد موسیٰ بن سعدؓ ہیں۔

محدث مولانا امام محمد حسن صاحب فیض پوریؒ فرماتے ہیں کہ...... رجال اسنادہ ثقات...... اس روایت کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔ (الدلیل المبین ص ۳۴۷/ احسن الکلام ص ۳۹۲)

امام بخاریؒ نے اس اثر اور اثر ابن مسعودؓ کے ذکر کرنے کے بعد رسالہ القرأت خلف الامام میں فرمایا ہے کہ ایسا کہنا اہل علم کے کلام میں سے نہیں ہے، دو وجوں سے۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت کے ساتھ کسی پر لعنت نہ بھیجو اور نہ آگ سے (عذاب دو) اور نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ عذاب دو۔ سو کیسے جائز ہوگا کسی کے لئے کہ کہہ دے کہ جو امام کے پیچھے قرأت پڑھے گا اس کے منہ میں جمرہ انگارہ ہو اور جمرہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔

اور دوسرا یہ کہ کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ تمنا اور خواہش کرے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ مثل عمرؓ و ابی بن کعبؓ و حذیفہؓ و علیؓ و ابو ہریرہؓ و عائشہؓ و عبادۃ بن الصامتؓ و ابو سعیدؓ و عبداللہ ابن عمرؓ اور بہت سے ان سے قرأت خلف الامام روایت کرنے والے، ان کے منہ میں انگارہ اور بدبو اور مٹی ہو۔ انتہیٰ۔

تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ تہدید اور تشدید کے طور پر فرمایا ہے اور تعذیب بعذاب اللہ منع ہے، تہدید بعذاب اللہ منع نہیں ہے۔ مثلاً بخاری ج ا ص ۸۶ و مسلم ج ا ص ۲۳۲ و مشکوٰۃ ص ۱۲۱ و مسند احمد ترمذی ص ۲۸۶ و ابوداؤد طیالسی ص ۳۰۵ اور حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے زنادقہ کی ایک قوم کو جلا ڈالا تھا جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ الوھیت نے حضرت علیؓ میں حلول کیا ہے۔ ممکن ہے کہ قتل کر کے پھر جلا ڈالا ہو۔ (کما فی التمہید ترمذی ص ۲۷۰/ فیض الباری

ج۳ص۴۳۹)

اور اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ان جیسے آثار کی اسانید پر بحث کی جائے جو ان تشدیدات اور تہدیدات پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر اسانید درست نکلیں تو اس قرأت سے مراد وہ قرأت ہے جو امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جس میں...... واذا قرئی القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا...... واذا قرأ فانصتوا ...... کا ترک امتثال ہے تا کہ آثار اور اخبار میں تخالف حاصل نہ ہو۔ (محشی موطا امام محمدؒ ص۱۰۲)

حضرت عمرؓ ابن الخطاب و حضرت ابن مسعودؓ و حضرت علقمہؒ کے آثار

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داؤدؒ بن قیسؒ الفراء نے، کہا ہمیں خبر دی محمدؒ بن عجلانؒ نے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جو کوئی امام کے پیچھے قرأت پڑھتا ہو کاش اس کے منہ میں پتھر ہو اور حضرت علقمہؒ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جو امام کے پیچھے قرأت پڑھتا ہے کاش اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔ (طحاوی ج۱ص۱۴۴/تفسیر مظہری ج۱۰ص۱۱۹و۱۲۰)

اور سفیانؒ جو زبیرؒ سے اور وہ ابراہیمؒ سے اور وہ علقمہؒ سے وہ بھی ایسی ہی ہے۔

(طحاوی ج۱ص۱۳۳)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں داؤدؒ بن سعدؒ بن قیسؒ نے خبر دی کہ ہمیں بیان کیا عمروؒ بن محمدؒ بن زیدؒ نے موسیٰؒ بن سعدؓ بن زید بن ثابتؓ، راوی عمروؒ کے جد سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت پڑھی ہو سو اس کی نماز ہی نہیں۔ (موطا امام محمدؒ ص۱۰۲)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کے آثار

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا ابن ابی داؤدؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا ابو صالح الحرانیؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا حمادؒ بن سلمۃؒ نے ابو جمرۃؒ سے، کہا میں نے ابن عباسؓ سے، کہا کیا میں قرأت پڑھوں جب کہ امام سامنے ہو تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہ پڑھنا۔

(طحاوی ج۱ص۱۴۴ دوسرے نسخہ میں ج۱ص۱۲۹/ الجوہر النقی ج۲ص۱۷۰/ آثار السنن

ج۱ص۸۹/احکام القرآن جصاص ج۳ص ٦٦/احسن الکلام ج۱ص۳۸۱)

اور حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں، تیرے لئے امام کی قرأت کافی ہے اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت تسبیح ہے یعنی واللہ اعلم کہ رکوع کی تسبیح اور (قبل القرأۃ) ذکر الاستفتاح اور منصورؒ ابراہیمؒ سے رایت کرتے ہیں کہ ہم نے قرأت خلف الامام نہیں سنی مگر مختار کذاب کے بعد کہ متہم ہو گئے لوگ ان کے پیچھے پڑھتے تھے۔(احکام القرآن جصاص ج۳ص ٦٦)

(یہ حوالے احقر نے کئی گھنٹوں کے بعد آخر میں حاجی سیّد فرقان شاہ کے پرانے ہوٹل کی دوسری چھت پر لکھ کر حوالہ جات سے فارغ ہوا اور اب جو لکھا ہوا ہے اس کی تصحیح شروع ہو گئی۔ بداا لزاید امارات ابوظہبی ۱٦ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ۔احقر سعید الرحمٰن)۔

ابن عمرؓ و زید بن ثابتؓ اور جابرؓ کے آثار

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا یونسؒ نے، کہا ہمیں بیان کیا ابن وہبؒ نے، کہا مجھے خبر دی حیوہؒ بن شریحؒ نے بکرؒ بن عمروؒ سے، انہوں نے عبید اللہؒ بن مقسمؒ سے، انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے (یعنی قرأت خلف الامام کے متعلق) تو سب نے کہا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہ پڑھنا۔ (طحاوی ج۱ص۱۴۳ دوسرے نسخے میں ج۱ص۱۲۹/ زیلعی ج۲ص۱۲/تفسیر مظہری ج۱۰ص۱۱۹ و ۱۲۰/ اسنادہ صحیح احسن الکلام ج۱ص ۳۷۴/ شیخ التفسیر والحدیث مسند العلم صاحب القلم علامہ سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی)۔

(آج ہی بروز جمعۃ المبارک محترم حاجی سید برھان شاہ بابا کی نئی گاڑی میں احقر اور محترم حاجی وارث خان تینوں ۱۰ بجے ابوظہبی سے دوبئ الکوز مدرسہ مصعب بن عمیرؓ روانہ ہوئے۔اس مدرسہ کا بانی عابد، زاہد، پیکر اخلاص حاجی عبدالجلیلؒ ہیں اور اب ان کے صالح بیٹے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔آمین۔نماز کے بعد قاری صاحب کے سامنے محترم حاجی وارث خان

کے ۱۲ سالہ بیٹے حافظ سمیع اللہ نے حفظ القرآن کے سلسلہ میں آخری سورتیں حرمے کے ساتھ سنائیں۔ حفظ مکمل ہو گیا اللہ تعالیٰ عالم باعمل بنا دیں۔ آمین۔ حسب موقع مولنا محمد حنیف جالندھری ناظم وفاق المدارس نے تقریر و خطبہ بھی دے دیا اور نماز بھی پڑھائی۔ تقریب کے بعد دستر خوان پر مولنا جالندھری صاحب نے فرمایا کہ شیخ الحدیث علامہ سرفراز خان صفدر صاحب دو دن قبل وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مدظلہ العالی کے ساتھ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً لکھا۔ دورِ حاضر میں اس وقت پاکستان میں آپؒ جیسا معمر عالم اور کوئی نہیں ہے۔ اور اگلا جمعہ اور تقریر و خطبہ احقر نے ادا کئے)۔

احقر سعید الرحمٰن حال وارد ابوظہبی ۱۲ جمادی الاوّل ۱۴۳۰ھ......۸ مئی ۲۰۰۹ء

اور مخرمہؒ کی روایت میں جو حضرت جابرؓ آتے ہیں، اس میں بھی ایسا ہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہ پڑھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۴)

اور عطاءؒ بن یسارؒ جو زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ پڑھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۴)

اور امام طحاویؒ کے استاد فہدؒ کی روایت میں بھی زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ پڑھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۴۴)

صاحب تنسیق النظام علی مسند الامام فرماتے ہیں کہ آثار موقوفہ صحابہؓ اور تابعینؒ پر بہت کثرت کے ساتھ ہیں جس کی تخریج امام محمدؒ نے مؤطا میں اور امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں فرمائی ہیں۔ سو ان میں سے ایک ابن عمرؓ (المتوفی ۷۴ھ) کا اثر ہے جس کو امام محمدؒ نے مؤطا میں اور امام طحاوی نے مختلف طریقوں سے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے۔

ایک طریق...... امام مالکؒ "حضرت نافعؒ" سے، وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے اور حضرت ابن عمرؓ امام کے ساتھ قرأت نہیں پڑھتے تھے اور اس میں جہر کی تخصیص بھی نہیں۔

(تنسیق ص ۶۷/تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۹ و ۱۲۰)

امام مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ

امام مالکؒ نافعؒ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان عبداللہ بن عمرؓ کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلّی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلّی وحدہ فلیقرأ وکان ابن عمرؓ لا یقرأ خلف الامام. (موطا امام مالک ص۲۹/عندی ص۶۸/ دار قطنی ج۱ ص۱۵۴)

''کہ عبداللہ بن عمرؓ سے جب پوچھا جاتا کہ کیا امام کے پیچھے کوئی قرأت کرے گا تو آپؓ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب اکیلی نماز ہو تو پڑھے اور حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے۔''

امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ اصح الاسانید یہ ہے۔ مالکؒ عن نافعؒ عن ابن عمرؓ (ایضا) اس سے زیادہ قوی سند فن حدیث میں تقریباً محال ہے...... الخ۔ اور قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ:

کان ابن عمرؓ لا یقرأ خلف الامام جھر اولم یجھر. (کتاب القرأۃ ص۳۶/ احسن الکلام ج۱ ص۳۷۱)

''کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے جہری ہو یا سری)

دوسرا طریق...... حضرت عبیداللہؒ حضرت نافعؒ سے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔

تیسرا طریق...... حضرت عبدالرحمٰنؒ حضرت انسؒ بن سیرینؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ حضرت ابن عمرؓ سے کہ تیرے لئے امام کی قرأت کافی ہے جس کی تخریج امام محمدؒ نے موطا میں کی ہے اور یہ طرق جیدۃ الاسانید ہیں جس میں کلام نہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا اثر

اور ان میں سے حضرت ابن مسعودؓ کا اثر ہے جس کی تخریج حضرت سفیان بن عیینہؒ نے

حضرت منصورؒ بن معتمرؒ سے، انہوں نے حضرت ابووائلؒ سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قراۃ خلف الامام کے متعلق سوال ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ چپ اور خاموش ہو جاؤ کیونکہ نماز میں شغل ہے، تیرے لئے قرأت میں امام کافی ہے اور یہ طریق جیدالاسناد ہے اس میں کلام متصور نہیں۔

(تنسیق النظام علی مسند الامام ص ۶۷)

حضرت علقمہؒ اور حضرت ابن مسعودؓ کے آثار

اور حضرت ابن مسعودؓ کے اثر کو محمدؒ بن ابان بن صالح القرشی نے تخریج کی ہے حضرت حمادؒ سے اور انہوں نے حضرت ابراہیم النخعیؒ سے، انہوں نے حضرت علقمہؒ بن قیسؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے نہ جہری میں اور نہ سری میں، نہ اولیین میں اور نہ اخرین میں پڑھتے تھے اور جب اکیلے پڑھتے تھے تو اولیین میں فاتحہ الکتاب اور سورۃ پڑھتے تھے اور آخرین میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے اور اسی اسناد میں متکلم فیہ محمدؒ بن ابان الجعفی ہیں اور تحقیق حضرت حماد راجح اس کی توثیق اور تعدیل ہے۔

ابن مسعودؓ اور سفیان اور منصور کے آثار

اور حضرت ابن مسعودؓ کے اثر کو سفیان الثوریؒ نے منصور سے، انہوں نے ابووائل سے، انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کہ امام کی قرأت کے لئے چپ اور خاموش ہو جاؤ کیونکہ نماز میں شغل ہے اور تیرے لئے امام کافی ہے اور یہ اسناد جید ہیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور یہ اثر صریح ہے اس کے ثبات میں جس کو ہم قصد کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت سے بلکہ سکوت واجب ہے سری ہو یا جہری اور یہ منع اور نہی قرأت سے دلیل کے ساتھ ہے کہ نماز میں اللہ العزیز کے ساتھ شغل ہے جس میں قیل وقال کے لئے مجال نہیں اور مقتدی کی قرأت کی ضرورت نہیں کیونکہ امام نے مقتدی کی قرأت کی کفایت کر لی۔ سو مقتدی بلاریب ممنوع ہوا۔

اور ان آثار میں سے عمر بن الخطاب کا اثر ہے جس کی تخریج امام محمدؒ نے اپنے موطا ص ۹۸ میں داؤدؒ بن القیسؒ الفراء سے کی ہے، کہا ہمیں خبر دی محمدؒ بن عجلانؒ نے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ

نے فرمایا کہ جو کوئی امام کے پیچھے قرأت پڑھتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو اور یہ سند جید ہے جس میں کلام نہیں اور یہ اثر قرأت خلف الامام کے منع اور نہی میں صریح ہے۔ کما لا یخفی۔

سعد بن وقاص رضؓ کا اثر

اور انہی اثار میں سے سعد بن وقاصؓ کا اثر ہے جس کو امام محمدؒ نے مؤطا میں داؤد بن قیس الفراء المدنیؒ سے تخریج کی ہے۔ کہا مجھے خبر دی ہے سعد بن ابی وقاصؓ کے بعض ولد نے کہ اس نے ذکر کیا کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا، کاش وہ شخص جو امام کے پیچھے قرأت پڑھتا ہے اس کے منہ میں آگ کا انگارا ہو۔ تاہم اس اسناد میں قابل اعتراض کوئی چیز نہیں البتہ داؤد کے مروی عنہ کی جہالت کی وجہ سے منقطع ہے لیکن اس میں کوئی عیب اور ضرر نہیں جیسا کہ ابن عبد البرؒ نے فرمایا ہے کہ یہ منقطع ہے اور صحیح نہیں ہے احتجاج کے لئے۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں منقطع مقبول ہے جب کہ معلوم ہو کہ راوی ثقہ ہے اور ثقات سے روایت کرتا ہے اور داؤد بن قیسؒ میں یہ وصف بلا امتراء وشک موجود ہے۔

جابر بن عبد اللہؓ کا اثر

اور انہی اثار میں جابر بن عبد اللہ کا اثر ہے جس کی امام محمدؒ نے مؤطا میں تخریج کی ہے امام مالکؒ کے طریق پر وہب بن کیسانؒ سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہؓ سے سنا۔ آپؓ نے فرمایا کہ جس نے ایک رکعت بھی بغیر امّ القرآن کی پڑھی سو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے۔ اور امام ترمذیؒ ج ا ص ا ے نے اس کی روایت کی ہے اسحٰق کے طریقہ پر معنؒ سے، انہوں نے مالکؒ سے، انہوں نے وہبؒ سے، انہوں نے حضرت جابرؓ سے اسی طرح (کہ جس نے بغیر فاتحہ کے ایک رکعت بھی پڑھی سو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے) اور امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تحقیق امام احمدؒ بن حنبلؒ نے نبی کریم ﷺ کے اسی قول کہ:

لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب......

کے متعلق فرمایا، یہ اس آدمی کے حق میں ہے جو اکیلا پڑھ رہا ہو اور اس حدیث سے حجت

حاصل کی کہ جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ جس نے ایک رکعت بغیر اُمّ القرآن کے پڑھی سواس نے نماز نہیں پڑھی البتہ امام کے پیچھے ہو (تو ضرورت نہ رہی کیونکہ امام نے فرض کفائی پوری کی)۔
امام احمدؒ فرماتے ہیں، سو یہ ایک شخص ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے جس نے نبی کریم ﷺ کے قول:

لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب......

کی یوں تاویل کی کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اکیلی نماز پڑھ رہا ہو اور اس موقوف حدیث کو امام طحاویؒ نے معانی الآثار میں بحرؒ بن نصرؒ عن یحییٰؒ بن سلامؒ عن مالکؒ عن وھبؒ عن جابرؓ کے طریق پر مرفوعاً ذکر کیا ہے اور فتح القدیر اور بنایہ میں ہے کہ ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنفہ میں جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ پڑھنا نہ جہر میں اور نہ اخفا میں اور یہ منع ظاہر ہے اور نہی واضح ہے۔ جس کا ادنیٰ مرتبہ کراہیت ہے۔

(حاشیہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۸/ تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

اور تحقیق نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ:

لا صلوٰة الا بام القرآن......

کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ سو اس سے مراد یہ نہیں کہ امام کے پیچھے بھی پڑھو۔ اس لئے کہ جب امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوئی تو مقتدی نے بھی اُمّ القرآن فاتحہ پڑھ لی۔

(احکام القرآن ابوبکر الرازی الجصاص ج ۳ ص ۲۶)

حضرت ابن عباسؓ کا اثر

اور ان آثار میں سے حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے جس کی تخریج طحاویؒ نے حمادؒ بن سلمہؒ کے طریق پر ابوحمزہؒ سے کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا، کیا میں قرأت پڑھوں جب کہ امام میرے سامنے ہو تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہ پڑھنا۔ یہ بھی انکراہ بلا مریہ اور امتناع بلا فریہ ہے۔

(حاشیہ مسند امام اعظمؒ ۶۸/ احکام القرآن ابوبکر الرازی الجصاص ج ۳ ص ۲۶)

مزید حضرت ابن عمرؓ وزید بن ثابتؓ اور جابرؓ کے آثار

اوران اثار میں سے ابن عمرؓ اورزید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ کے اثار ہیں جس کی تخریج طحاویؒ نے شرح معانی الاثار میں یونسؒ کے طریق سے عبداللہ بن وھبؒ سے اور وہ حیوۃؒ بن شریحؒ سے اور وہ ابوبکر بن عمرؒ سے اور وہ عبیداللہ بن مقسمؒ سے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے (قراۃ خلف الامام کے متعلق سوال کیا) تو سب نے کہا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہ پڑھیں۔ اس کو عینیؒ اور ابن الھمامؒ نے ذکر کیا ہے اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں پڑھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ابن عمرؓ سب سے اعظم تھے۔ (حاشیہ مسند امام اعظم ص ۶۸/ تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

عشرہ مبشرہؓ کے آثار اور مزید صحابہؓ و تابعینؒ

اوران اثار میں سے عشرہ مبشرہ اصحابؓ کے اثار ہیں جن کو علامہ عینیؒ نے الشیخ الامام عبداللہ بن یعقوبؒ الحارثی البذمونی کی کتاب ''کشف الاسرار'' سے نقل کئے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن زیدؒ بن اسلم سے تخریج کی ہے اور انہوں نے اپنے والد سے کہ دس (عشرہ مبشرہ) اصحاب الرسول ﷺ قرأت خلف الامام سے سختی کے ساتھ روکتے تھے۔ ابوبکرؓ وعمرؓ بن الخطاب وعثمان بن عفانؓ وعلیؓ بن ابی طالب وعبدالرحمٰن بن عوفؓ وسعد بن ابی وقاصؓ وعبداللہ بن مسعودؓ وزید بن ثابتؓ وعبداللہ بن عمرؓ وعبداللہ بن عباسؓ۔ انتہیٰ۔

امام عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے موسیٰؒ بن عقبہؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ (المتوفی ۱۳ھ) اور حضرت عمرؓ (المتوفی ۲۳ھ) اور حضرت عثمان (المتوفی ۳۵ھ) امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۶۷/ اعلاء السنن ج ۴ ص ۸۵)

اور ان اثار میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اثر ہے جس کی تخریج ابن ابی شیبہؒ و

عبدالرزاق ؒ نے حضرت علیؓ کے قول سے کی ہے۔ فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت پڑھی سوہ شخص فطرت سے خطا ہوا اور یہ بھی شدید وعید اور تقبیح مدید ہے قرأت خلف الامام کے متعلق۔
(حاشیہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۸/ دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۶)

جس نے تضعیف کی تو ابن الھمامؒ نے کافی اور شافی جواب دیا.

اور ان آثار میں سے زید بن ثابتؓ کا اثر ہے جس کی تخریج مسلم نے سجود التلاوت میں حضرت عطاءؒ بن یسارؒ کی سند سے کی ہے کہ انہوں نے حضرت زیدؓ سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا تو حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ امام کے ساتھ قرأت کسی نماز میں بھی نہیں ہے۔ (حاشیہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۸/ نسائی ج ۱ ص ۱۱۱/ مسلم ج ۱ ص ۲۱۵/ ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۰۷/ طحاوی ج ۱ ص ۱۲۴)

اور اس لئے ایک طائفہ نے فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ پڑھی جائے، نہ سری میں اور نہ جہری میں اور یہی روایت کی گئی ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے۔ (کذا فی شرح الکبیر التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۵۰۰ لشیخنا وشیخ الدنیا علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ)

اور تمہید میں حضرت علیؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے ثابت ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے، نہ سری میں اور جہری میں۔ (کذا الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۶۹/ احسن الکلام ج ۱ ص ۳۸۵/ التعلیق الصبیح ج ۱ ص ۵۰۰)

اور ابن ابی شیبہؒ نے یونس بن اعلیٰ سے تخریج کی ہے۔ کہا ہمیں بیان کیا عبداللہ بن وھبؒ نے، کہا ہمیں خبر دی حیوہ بن شریحؒ نے بکرؒ بن عمرؒ سے، انہوں نے عبداللہ بن مقسم سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے پوچھا، سوسب نے کہا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہیں ہے۔

(التعلیق الصبیح ج ا ص ۵۰۰)

اور دار قطنیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تیرے لئے امام کی قرأت کافی ہے اخفا میں اور جہر میں۔ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی حدیث منکر ہے، ہم کہتے ہیں کہ اس کی تائید کثرت طرق سے ہوئی ہے۔

(عمدۃ القاری/التعلیق الصبیح ج ا ص ۵۰۰)

اور امام طحاویؒ نے اس کی تخریج حضرت عطاءؒ سے کی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہیں کرے گا اور ان آثار میں سے حضرت ابن مسعودؓ کے جلیل القدر شاگرد حضرت علقمہ بن قیسؒ التابعی کا اثر ہے جس کی امام محمدؒ نے موطا میں تخریج کی ہے بکیرؒ بن عامرؒ کے طریق پر ابراہیم نخعیؒ سے، انہوں نے حضرت علقمہؒ سے فرمایا کہ اگر میں منہ اور دانتوں سے آگ کا انگارہ (باوجود تکلیف دہ ہونے کے) پکڑوں اور چک لگادوں تو یہ بہتر ہے اس سے کہ میں امام کے پیچھے قرأت پڑھوں۔

تاہم اس سند کے اندر بکیرؒ ابن عامرؒ میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے توثیق کی ہے تو تضعیف بھی کی ہے اور یوں ہی امام نسائیؒ اور ابو زرعہؒ اور ابن معینؒ نے بھی تضعیف کی ہے اور ابن عدیؒ نے فرمایا ہے، یہ کثیر الروایہ نہیں ہے اور اس کی مرویات قلیل ہیں اور میں نے اس کے متن کو منکر نہیں پایا اور یہ ان میں سے ہیں جن کی حدیث لکھی جاتی ہیں۔ اور ابن سعدؒ اور حاکم کہتے ہیں کہ ثقہ ہیں۔ اور ابن حبانؒ نے ثقات میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور یوں ہی تہذیب التہذیب سے نقل ہے اور اس کی طرف تضعیف کی نسبت جب تک اس کی تفسیر نہ کی جائے تو معدلین کی تعدیل اور تزکیہ کے مقابلہ میں ہم قبول نہیں کرتے ہیں۔ (حاشیہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۸)

ابراہیم نخعیؒ کا اثر

اور ان اثار میں سے افضل الفقہاء ابراہیم نخعیؒ کا اثر ہے جس کی تخریج امام محمدؒ نے موطا میں اسرائیلؒ بن یونسؒ سے، انہوں نے منصورؒ بن معتمرؒ سے، انہوں نے ابراہیمؒ سے کہ اوّل وہ جس

نے امام کے پیچھے قرأت پڑھی ہے، وہ رجل متہم ہیں اور سند کے یہ رجال تمام ثقات ہیں۔

یہ آثار مشت نمونہ خروار ہیں

ملاعلی القاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ "اتہم" کا لفظ بصیغۃ المجہول ہے یعنی اس آدمی کی نسبت بدعت اور سمعہ اور شہرت پرستی ریاکاری کی طرف کی گئی تھی۔ محشی فرماتے ہیں کہ یہ میں نے جو ذکر کیا اخبار مرفوعہ اور آثار موقوفہ اجل صحابہؓ اور تابعین سے سو یہ مشت نمونہ خروار ہے۔ امام عینیؒ بنایہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت پڑھی اس کا منہ مٹی سے بھرا ہوا ہے۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کی گئی ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت پڑھی سو اس کی نماز نہیں اور شیخ سروجیؒ نے کہا ہے کہ کئی صحابہؓ کے قول کے مطابق نماز فاسد ہوگئی اور شیخ بلخیؒ فرماتے ہیں، مجھے یہ بات پسند ہے کہ اس کے منہ کو مٹی سے بھر دیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بہتر ہے کہ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں۔ رازیؒ نے اس کا تذکرہ احکام القرآن میں کیا ہے۔ (حاشیہ مسند امام اعظمؒ ص ۶۹)

☆☆☆

چوتھا باب

ترک قرأت خلف الامام پر اجماع اور معقول اور قیاس سے دلیل

ترک قرأت خلف الامام پر اجماع

سو اس پر قول فرمایا ہے صاحب ہدایہ نے کہ:

بقوله و علیه اجماع الصحابةؓ.

''کہ اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔''

امام (بدرالدین) عینیؒ فرماتے ہیں اس کو اجماع باعتبار اکثر کے کہا کہ اکثر صحابہؓ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہی اجماع ہے۔ اور تحقیق مقتدی کے حق میں قرأت کی ممانعت اسی (۸۰) کبار صحابہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ منہم علی المرتضیٰؓ اور عبادلۃ الثلاثۃ اور ان کے اسامی اہل حدیث کے ہاں معلوم ہیں۔ انتہیٰ۔

اور بالفاظ دیگر جب دس مذکور عشرہ مبشرہ صحابہؓ سے ممانعت ثابت ہوگئی (کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے) اور باوجود صحابہؓ کے توافر کے کسی نے بھی اس کی تردید نہیں کی تو یہ اجماع سکوتی ہوگیا۔ انتہیٰ۔

اور اگر عدم اجماع مان لیا جائے تو بھی فروع فقیہ میں سواد اعظم کا اتباع کافی۔ کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اتبعوا السواد الاعظم وید اللہ علی الجماعة......

"کہ تم سواد اعظم کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (رضا) جماعت کے اوپر ہے۔"
کیونکہ فروع میں قطع واجب نہیں البتہ اعتقادیات میں واجب ہے۔

ترک قرأت خلف الامام پر معقول اور قیاس سے دلیل

سو وہ یہ ہے کہ امام کی قرأت تمام اقتدا کرنے والوں کے لئے متضمن ہے جیسا کہ سابقہ کثیر احادیث سے اشارہ ہوا اور رسول کریم ﷺ کا یہ قول کہ "الامام ضامن" کہ امام ضامن ہیں کے عموم سے بھی واضح ہوا۔ اور جب مقتدی نے خود قرأت پڑھی تو مقتدی کی قرأت امام کی قرأت کے ضمن میں ثابت نہیں ہوئی جیسا کہ اخبار اور آثار کا تقاضا ہے۔ سو لازم ہے مقتدی کے اوپر مراغمہ اس چیز کا جس کی شریعت نے تقرری کی ہے اور وہ یہ ہے کہ مقتدی کی قرأت امام کی قرأت کے ضمن میں آ گئی۔ سو اس طور و طریقہ پر مقتدی قرأت پڑھنے سے معزول ہوا جس کو وہ لازم سمجھتا تھا اس حیثیت سے کہ مقتدی اقتدا کرنے والے ہیں اور اپنی گردن کو اپنے امام کی تقلید میں باندھ لیا۔ (سو احادیث اور آثار سلف سے ترک قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں) اگر ہم زیادہ کچھ نہ کہیں تو کم از کم کراہت تحریمی یا تنزیہی ہو گی۔

(تنسیق النظام علی مسند الامام ص ۶۹)

ہمارے شیخ استاذ الکل فی الکل شیخ المشائخ شیخ الحدیث علامہ محمد رسول خانؒ سابق مدرس اعظم دار العلوم دیوبند و سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاذ و شیخ محدث اعظم دار العلوم دیوبند علم و عمل کا پیکر شیخ المشائخ حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ نے تقریر ترمذی کے اندر قرأۃ خلف الامام کے متعلق مختصراً جو کچھ فرمایا ہے وہ ایک جامع لب لباب ہے، اس کا جو احقر الافقر نے کراچی دورۂ میراث اور دورہ امارات کے فارغ اوقات میں بفضل اللہ حسن ترتیب سے قلم بند کر کے جمع کر دیا ہے۔

تقریر ترمذی شیخ الہندؒ دار العلوم دیوبند

مسئلہ قرأت خلف الامام میں تحقیق کے ساتھ حق اور نظر و تدقیق کے ساتھ اولیٰ اور بہتر امام اعظم کوفیؒ کا مذہب ہے جو درایت اور روایت کے ساتھ موافق ہے۔ اس لئے کہ ابتداء اسلام کے اندر نماز میں وسعت تھی (جس میں بولنا اور سلام کا جواب دینا صحیحین اور تمام کتب حدیث میں واضح اور بین موجود ہے۔ پھر تکلم اور بولنا منسوخ ہوا رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے کہ یہ نماز ہے اس میں کلام الناس سے کوئی چیز مناسب نہیں۔ تحقیق یہ تسبیح اور تہلیل ہے لیکن قرأت امام کے پیچھے مطلقاً سری جہری میں (شاید تعلیماً) باقی تھی (اس لئے بعض حضرات اس کو دیکھ کر مطلقاً سری جہری میں قائل ہو گئے) پھر اس کے بعد جہری نمازوں میں آپؐ کے اس ارشاد سے کہ میں کہتا ہوں......مالی انازع القرآن......سے جہری نمازوں میں قرأت منسوخ ہو گئی اور سری میں مشروع رہی (جیسا کہ کافی تعداد میں احادیث آپ نے سن لیں تاہم اسی دلیل سے بعض حضرات کا مسلک ہوا جو بلا دلیل نہیں) پھر کچھ مدت کے بعد مطلقاً قرأت خلف الامام منسوخ ہو گئی رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے کہ جس کے لئے امام ہوں تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (اور یہ حدیث عموم کے لحاظ سے جہری اور سری سب کو شامل ہے جیسا کہ احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہؓ اور تابعین ائمہ مجتہدین کا عظیم ذخیرہ آپ نے سن لیا۔ احقر)

تاہم امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فکر صائب اور ذہن سلیم تھا سو انہوں نے اوّل الامر سے پہچان لیا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصود یہ ہے کہ مقتدی امام کا تابع ہے اور امام و مقتدی کی نماز ایک ہے اور کچھ وقت کے بعد بفضل اللہ وہ غرض معلوم ہو گئی۔ سو امام اعظمؒ نے اوّل الامر سے فیصلہ فرمایا کہ ماموم و مقتدی کے لئے قرأت نہیں ہے۔ ہر چند باقی ائمہ کبارؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مثل ید طولیٰ نہیں رکھتے تھے سو بعض نے مطلقاً سری جہری سب میں قرأت کی فرضیت کا حکم کیا اور بعض نے جہری میں منع کر دیا اور بعض نے سری جہری میں اباحت کا قول کر لیا۔ وغیر ذالک۔ یہ تو روایت ہو گئی۔

اور تحقیق درایہ۔ سو سب فقہاء کرامؒ متفق ہیں کہ امام کا سہو مقتدی کا سہو ہے تاہم اگر دونوں کی نماز علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتی تو ایک کا سہو دوسرے کے سہو کے وجوب کے لئے کیسے باعث بنے (حالانکہ امام کا سہو مقتدی کے لئے باعث وجوب ہے) اور یوں ہی فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام آیت سجدہ تلاوت کرے تو مقتدی پر لازم ہے کہ امام کے ساتھ سجدہ تلاوت کرے باوجودیکہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں مگر اس پر کہ جس نے تلاوت کی اور اس پر جس نے آیت سجدہ سن لی۔ سو اگر امام و مقتدی کی نماز علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتی تو سجدۂ تلاوت کا وجوب اس پر کیوں آیا جس نے نہ خود قرأت کی اور نہ سری نماز میں امام سے سن لیا۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہؒ کا طرز۔ سو اس پر کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ آپؒ کے نزدیک امام اور مقتدی کی نماز ایک ہے سو مقتدی کے حق میں صادق آتا ہے کہ اس نے قرأت پڑھی ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا امام ہو تو سو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ اور یوں ہی وہ جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام عالم اور متقی اور اقرأ اور اتقیٰ ہونا چاہئے۔ سو اگر ہر ایک کی نماز علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتی تو امام کے متقی ہونے اور دیگر صفات کی کیا حاجت پیدا ہوگی لیکن حضرت ابوحنیفہؒ کے طرز پر کوئی اشکال نہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام کی جانب سے مقتدیوں کو افادہ ہے اور مقتدیوں کی جانب سے استفادہ ہے۔ سو امام کا علم اور اتقاء اور حفظ مقتدیوں سے زیادہ ہونا چاہئے۔

اور ان ہی میں سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ امام ضامن ہیں۔ اور ضمانت بغیر اتحاد اور افادہ اور استفادہ کے متصور نہیں (جیسا کہ طلبہ اور مدرسین میں استفادہ اور افادہ ہے)۔ اور (احادیث میں) ان کی مثالیں بہت ساری ہیں، تتبع اور تلاش سے مل جاتی ہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ امام اوزاعیؒ اور آپؒ کے رفقا (امام اعظم) ابوحنیفہؒ سے کہنے لگے کہ آپؒ قرأت خلف الامام کیوں نہیں پڑھتے ہیں۔ سو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے تو سب نے حضرت ابوحنیفہؒ سے کہا، آؤ ہم تیرے ساتھ مناظرہ کرتے ہیں اس مسئلہ میں۔ سو حضرت ابوحنیفہؒ نے فرمایا، بہت ہی اچھا ہے لیکن تم ایک ایسا آدمی مقرر کرو جو عالم

بھی ہو اور سب کا مقتدیٰ بھی ہوتا کہ ان سے میں مناظرہ کروں کیونکہ ایک وقت میں سب کے ساتھ معارضہ اور مناظرہ ممکن نہیں ہے۔ سو مخالف سب نے کہا کہ ہم نے ایک آدمی معین کر دیا۔ تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس بحث (قرأت خلف الامام) میں اگر میں نے تمہارا معین کردہ آدمی ملزم قرار دیا سو تم سب ملزم ہوں گے۔ تو سب نے کہا، بالکل ایسا ہی ہے اور اگر تمہارا معین کردہ آدمی قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں مجھ پر غالب ہوا تو اس معین کردہ آدمی کا غلبہ مجھ پر سب کا غلبہ متصور ہوگا۔ سو سب نے کہا، بالکل ایسا ہی ہے۔

تاہم اس صورتحال کے بعد (امام اعظمؒ) ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں تم سے تعجب کرتا ہوں کہ تم خود کہتے ہو کہ معین کردہ واحد کا الزام اور غلبہ سب کا الزام اور غلبہ ہے اور یہاں تمہیں سمجھ نہیں کہ ہر ایک قرأت پڑھتے ہو۔ فکیف سو بادشاہوں کے بادشاہ اور مالکوں کا مالک خالق الافلاک کے سامنے ہر ایک کیوں بولتا ہے (اور منہ کھولتا ہے اور عاجز تو صرف امام کی قرأت تولتا ہے) اور دوسرے کی یعنی امام کی نہیں سنتا اور ایسی حرکات ان سے صادر ہوتی ہیں جو سوئے ادب ہیں اور تم نے مقتدی کے اوپر اللہ تعالیٰ کے حضور پر قرأت واجب کر دی باوجودیکہ امام سب کا کفیل ہے۔ سو امام اعظمؒ کے اس حیرت کن بیان کے بعد سب محو سکوت ہوئے۔ (تقریر ترمذی شیخ الہند محمود حسن رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً)

(پس یہ طوطی کا یہی معنی ہے کہ دنیا کے لادین، بے حس بادشاہوں کے سامنے سب کا بولنا بے ادبی ہے تو اللہ رَبّ العزت خالق افلاک کے سامنے کیسے ادب ہو؟ جس نے انسان کے چھوٹے دماغ میں موٹروں، کاروں، جہازوں، ایٹم بموں، میزائلوں، موبائلوں اور نت نئی حیرت کن اشیا بنانے کا کارخانہ کھول رکھا ہے۔ احقر سعید الرحمٰن)۔

سبحان رَبّک رَبّ العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رَبّ العالمین.

آج برز اتوار بوقت 11:00 بجے دن امارات ٹائم ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ یہ رسالہ ازالۃ الاوھام علی ترک القرأۃ خلف الامام محترم حاجی سید برھان شاہ ابوظبہی کی بیٹھک میں بحمد للہ اختتام پذیر ہوا۔ اور سوات، مالا کنڈ و بونیر کا عظیم سانحہ عبرت لادین اور بے غیرت بڑوں کے باعث وجود میں آ کر تقریباً ۳۵ لاکھ مظلوم بوڑھے اور بچے، کچھ بیمار اور کچھ اچھے اور قابل ترس عورتیں اور دیگر افراد مردان، سمہ چج اور پشاور وغیرہ شدید تکلیف دہ حالت میں نقل مکانی کر گئے۔ واللہ خیر حافظاً۔

احقر سعید الرحمٰن

ادگی ضلع مانسہرہ صوبہ سرحد پاکستان

حال وارد امارات ابوظبہی

اور آج بروز جمعۃ المبارک ۸ بج کر ۹ منٹ پر بحمد اللہ تصحیح بھی مکمل ہوگئی۔

احقر سعید الرحمٰن

حال وارد کراچی ۱۳ رجب ۱۴۳۰ھ مسجد طاہری بالاخانہ

اب دو ماہ کے بعد مالا کنڈ، سوات و بونیر کے بلاوجہ مظلوم واپس جاتے ہیں اور اب قبائل کالا ڈھاکہ گولیوں کی زد میں آتے ہیں۔ بلکہ سچ ہے فرمان نبی ﷺ کہ کافروں کو بچاتے ہیں مسلمانوں کو (گولیوں سے) نچاتے ہیں، یا اللہ! صرف آپ ہی بچاتے ہیں۔